Regd.# MC-1366

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

جلد 09 • شمارہ 10 • اپریل 2020

ماہنامہ

# فہمِ دین

BAITUSSALAM PUBLICATIONS

Baitussalam.org Baitussalam_org Baitussalam_org +9221-111-298-111

BAITUSSALAM

# BECOME A MEMBER OF BAITUSSALAM

## I CARE TO SHARE!

## MISSION

Ramadan & Beyond...
Every month...
For life...

## I PLEDGE

# Rs. 5000

+92+21-111-298-111 +92+321-2120004
+92+322-2120004 www.baitussalam.org

ماہ نامہ

# فہمِ دین

کراچی

اپریل 2020

## فہمِ وفکر

| عنوان | مصنف | صفحہ |
|---|---|---|
| بچاؤ کا راستہ | مدیر کے قلم سے | 04 |

## اصلاحی سلسلہ

| عنوان | مصنف | صفحہ |
|---|---|---|
| فہمِ قرآن | شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم | 05 |
| فہمِ حدیث | مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ | 06 |
| آئینہ زندگی | حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ | 08 |

## مضامین

| عنوان | مصنف | صفحہ |
|---|---|---|
| عبرت ناک سفر | عظمیٰ شمیم | 10 |
| حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ | حذیفہ رفیق | 12 |
| مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم | جنید حسن | 14 |
| مسائل پوچھیں اور سیکھیں | مفتی محمد توحید | 16 |
| باورچی خانہ اور ہماری صحت | حکیم شمیم احمد | 18 |

## خواتینِ اسلام

| عنوان | مصنف | صفحہ |
|---|---|---|
| ایک بار مجھ سے کہا ہوتا | امۃ اللہ | 20 |
| چور راستے | قرۃ العین ہاشمی | 21 |
| گمان | انعم توصیف | 24 |
| فتنہ | عائشہ تنویر | 25 |
| ہجرت | بنتِ گوہر | 27 |
| باپ کا بیٹی کے نام خط | محمد دانش | 28 |

## باغیچہ اطفال

| عنوان | مصنف | صفحہ |
|---|---|---|
| منیا کا ٹوٹو | ڈاکٹر الماس روحی | 30 |
| عزت والا دوست | ڈاکٹر صفیہ سلطانہ صدیقی | 33 |
| البطروس | فوزیہ خلیل | 35 |
| ہائے میرا آئی فون | بنتِ فاروق محمود | 36 |
| غرور کا انجام | مریم صدیقی | 37 |
| چاند اور تارے | سویرا فلک | 38 |
| انعامات ہی انعامات | ادارہ | 40 |

## بزمِ ادب

| عنوان | مصنف | صفحہ |
|---|---|---|
| ایک چیونٹی کا قصہ | ضیاء اللہ محسن | 42 |
| گلدستہ | محمد اطہر فتح پوری | 44 |

## اخبار السلام

| عنوان | مصنف | صفحہ |
|---|---|---|
| بنیادی تعلیم کے 380 مراکز | ادارہ | 46 |

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

| | |
|---|---|
| مدیر | محمد خرم شہزاد |
| نائب مدیر | قاری عبد الرحمٰن |
| ناظم | خالد عبد الرشید |
| نظرِ ثانی | طارق محمود |
| تزئین وآرائش | نوید فرید |

آراء وتجاویز کے لیے

0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0314-2981344

marketing@fahmedeen.org

خط وکتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالے کے اجرا کے لیے

26-C گراؤنڈ فلور، سن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابان جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرِ تعاون

فی شمارہ : 40 روپے

سالانہ فیس : 520 روپے

بیرون ملک بدل اشتراک : 35 ڈالر

ناشر: فیصل زبیر | طابع: واسا پرنٹرز | مقام اشاعت: دفتر فہم دین

# بچاؤ کا راستہ

مدیر کے قلم سے

دشمن ہمیشہ سے ہی دو روپ میں وار کرتا ہے۔ جب تک وہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہتا ہے اور کوئی اس کی دشمنی سے واقف نہیں ہوتا' وہ خیر خواہ بنا رہتا ہے اور جو اسے پہچان لیتا ہے اور اس سے اپنے پیاروں کو بچانے کی فکر میں لگ جاتا ہے' اس کے خلاف وہ پروپیگنڈا شروع کر دیتا ہے

ایک قصہ ہے آسمانوں کا' یہ پرانا بھی ہے' مشہور بھی اور دشمنِ اسلام کی چالوں کو سمجھانے والا بھی۔ جنت ہے' بابا آدم ہیں اور شیطان ہے۔ شیطان بارگاہِ الٰہی سے مردود ہو چکا ہے' بابا آدم کو بھی اس کی دشمنی کا پتا لگ چکا ہے' پھر اس نے لبادہ اوڑھا' بھیس بدلا' اپنے آپ کو خیر خواہ ظاہر کیا اور ایک جلیل القدر پیغمبر' ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کو جھانسا دینے میں کام یاب ہو گیا' وہ دانۂ گندم' جسے رب نے نافرمانی کا نشان اور دوری کا ذریعہ بتایا تھا' شیطان نے ایسا پروپیگنڈا کیا کہ اُسے دانۂ حیات بنا دیا اور اس میں کام یابی' ہمیشہ کی زندگی اور رب کی رضا دِکھلا دی اور دوسری طرف مکے کی وادی ہے' جہاں ایک ذات ہے' جو رحمۃ للعالمین ہے' سدا کی صادق اور امین ہے' آخری پیغمبر ہیں' ان کے مقابلے میں ولید بن مغیرہ' نضر بن حارث' ابو جہل اور دیگر سردارانِ قریش ہیں' پہلے انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو خیر خواہ بن کر لالچ دینے کی کوشش کی' جب دیکھا کہ اس طرح دال گلنے والی نہیں ہے تو پروپیگنڈے پر اُتر آئے؛ یہ جادوگر ہے' یہ کاہن ہے' یہ شاعر ہے' یہ دیوانہ ہے' معاذاللہ! معاذاللہ! ہر وہ ہتھکنڈا جس سے لوگوں کو اس خیر خواہ ہستی سے دور کیا جا سکتا تھا' وہ چلنے کی پوری کوشش کی۔

یہ دونوں چالیں بڑی پرانی ہیں' مگر آج بھی دشمن انھیں اتنی ہی کام یابی سے چل رہا ہے۔ نوجوان' جن کے پاس بعض اوقات دین کا سطحی علم بھی نہیں ہوتا' اُن کے لیے تعلیمی اداروں میں مادی کام یابیوں کے ایسے حسین جال بچھا دیے جاتے ہیں' جنھیں آج کا نوجوان اپنے خوابوں کی تعبیر سمجھتا ہے اور جن کے حصول کے لیے وہ اپنا تن' من' دھن سب کچھ وارنے پر تیار ہو جاتا ہے اور پھر اسے پتا بھی نہیں چلتا کہ کب اسے اس کام یابی کی دوڑ میں' زہر کی وہ پڑیا بھی دانۂ حیات کہہ کر تھما دی جاتی ہے' جسے نگلنے کے بعد اسلام کی تعلیمات فرسودہ اور اُن پر ایمان لانا وہمی باتیں لگنے لگتا ہے۔ اس کے بالمقابل جو دین کا علم رکھتے ہیں اور دشمن کی چالوں کو سمجھتے ہیں' اُن کے خلاف پروپیگنڈا شروع کر دیا جاتا ہے؛ یہ ترقی کے دشمن ہیں' یہ ترقی میں رکاوٹ ہیں' ان کا فیوچر نہیں ہے' یہ شدت پسند' انتہا پسند اور دہشت گرد ہیں' صرف اس لیے کہ لوگ کہیں منبر و محراب کے قریب نہ جا بیٹھیں' لیکن قارئین! قریشِ مکہ کی ہزار سازشوں کے باوجود جو مسجدِ نبوی کے امام تک پہنچ گیا' وہ پھر اسلام کی خوش بُو سے مہک کر ہی رہا' پھر نہ کوئی پروپیگنڈا اس کے پاؤں کی زنجیر بن سکا اور نہ ہی دُنیائے فانی کی کام یابیاں اُسے بہکا سکیں۔

قارئین! شیطان آج بھی ہے اور اس کے چیلے بھی' ایک طرف وہ تعلیمی اور معاشی میدانوں میں خیر خواہ اور نجات دہندہ بنے بیٹھے ہیں اور دوسری طرف انھوں نے میڈیا کی توپوں کے دہانے اسلام پسندوں کے خلاف کھول رکھے ہیں' بچاؤ کا ایک راستہ ہے اور وہ منبر و محراب سے بے لوث تعلق ہے' روزانہ پنج وقتہ نماز بہت سے گناہوں سے بچاتی ہے' صبح کا درسِ قرآن اور ہفتہ واری جمعے کا بیان ایمان کی حفاظت کرتا ہے' پھر رمضان المبارک بھی ہے' جو شروع ہوا ہی چاہتا ہے' دن کے روزے اور رات کی تراویح' سحر و افطار کی دعائیں' فطرانہ اور زکوۃ کی ادائی' پھر کثرت سے قرآنِ مجید کی تلاوت' شیطان کی کمر اور گناہوں کا زور توڑ دیتے ہیں اور ایمان پھر سے تروتازہ ہو جاتا ہے۔

قارئین گرامی! ''فہم دین کی خصوصی اشاعت'' اب سے ایک ماہ بعد آپ کے ہاتھ میں ہو گی۔ رمضان المبارک شروع ہو چکا ہو گا۔ آپ روزے سے ہوں گے تو یہ روزہ مکمل کرنے میں مددگار ہو گی اور اگر سورج ڈھل چکا ہو گا تو یہ تراویح ادا کرنے میں اور کثرت سے کلامِ پاک کی تلاوت کا ذریعہ ہو گی۔ بس دشمن کی چالوں سے ہوشیار رہیے' اپنے اور اپنی نسلوں کے ایمان کی فکر کیجیے' منبر و محراب سے تعلق مضبوط رکھیے اور رمضان المبارک کی قدردانی کے لیے ابھی سے کمر کس لیجیے اور ہاں! ''فہم دین کی خصوصی اشاعت'' کی ایک کاپی بھی ابھی سے ضرور بُک کرا لیجیے۔۔۔ اپنے لیے اور اپنے پیاروں کے لیے۔ اب ان شاء اللہ ملاقات ہو گی رمضان المبارک میں۔ اس وقت تک کے لیے اجازت دیجیے۔ والسلام!

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

# فہمِ قرآن

## النساء 8-11

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا 8

**ترجمہ:** اور جب (میراث کی) تقسیم کے وقت (غیر میراث) رشتہ دار، یتیم اور مسکین لوگ آ جائیں تو ان کو بھی اس میں سے کچھ دے دو اور ان سے مناسب انداز میں بات کرو۔ 8

**تشریح نمبر1:** جب میراث تقسیم ہو رہی ہو تو بعض ایسے لوگ بھی موجود ہوتے ہیں جو شرعی اعتبار سے وارث نہیں ہیں، قرآن کریم نے یہ ہدایت دی ہے کہ ان کو بھی کچھ دے دینا بہتر ہے، مگر ایک تو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس ہدایت پر عمل کرنا مستحب یعنی پسندیدہ ہے، واجب نہیں ہے۔ دوسرے اس پر عمل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بالغ ورثا ایسے لوگوں کو اپنے حصے میں سے دیں۔ نابالغ ورثا کے حصے میں سے کسی

اور کو دینا جائز نہیں۔

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا 9

**ترجمہ:** اور وہ لوگ (یتیموں کے مال میں خرد برد کرنے سے) ڈریں جو اگر اپنے پیچھے کمزور بچے چھوڑ جائیں تو ان کی طرف سے فکر مند رہیں گے، لہٰذا وہ اللہ سے ڈریں اور سیدھی سیدھی بات کہا کریں۔ 9

**تشریح نمبر2:** یعنی جس طرح تمہیں اپنے بچوں کی فکر ہوتی ہے کہ ہمارے مرنے کے بعد ان کا کیا ہوگا؟ اسی طرح دوسروں کے بچوں کی بھی فکر کرو اور یتیموں کے مال میں خرد برد کرنے سے ڈرو۔

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا 10

**ترجمہ:** یقین رکھو کہ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور انھیں جلد ہی ایک دہکتی آگ میں داخل ہونا ہوگا۔ 10

**تشریح نمبر3:** آیات 11 اور 12 میں مختلف رشتہ داروں کے لیے میراث کے حصے بیان فرمائے گئے ہیں، جن رشتے داروں کے حصے ان آیات میں مقرر فرما دیے گئے ہیں ان کو "ذوی الفروض" کہا جاتا ہے۔ آں حضرت ﷺ نے وضاحت فرمائی ہے کہ ان حصوں کی تقسیم کے بعد جو مال بچ جائے، وہ مرنے والے کے ان قریب ترین مذکر افراد میں تقسیم ہوگا، جن کے حصے ان آیات میں متعین نہیں کیے گئے، جن کو "عصبات" کہا جاتا ہے۔ مثلاً بیٹے اور اگرچہ بیٹیاں براہِ راست عصبات میں شامل نہیں ہیں، لیکن بیٹوں کے ساتھ مل کر بیٹیاں بھی عصبات میں شامل ہو جاتی ہے، اس صورت میں یہ قاعدہ اس آیت میں مقرر فرمایا ہے کہ ایک بیٹے کو دو بیٹیوں کے برابر حصہ ملے گا۔ یہی حکم اس صورت میں بھی ہے، جب مرنے والے کی اولاد نہ ہو اور بہن بھائی ہوں تو بھائی کو بہن سے دُگنا حصہ دیا جائے گا۔

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِّنَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا 11

**ترجمہ:** اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو حکم دیتا ہے کہ "مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے اور اگر (صرف) عورتیں ہی ہوں دو یا دو سے زیادہ تو مرنے والے نے جو کچھ چھوڑا ہو، انھیں اس کا دو تہائی حصہ ملے گا اور اگر صرف ایک عورت ہو تو اسے (ترکے کا) آدھا حصہ ملے گا اور مرنے والے کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا، بشرطیکہ مرنے والے کی کوئی اولاد ہو اور اگر اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے والدین ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں تہائی حصے کی حق دار ہے۔ ہاں! اگر اس کے بھائی ہوں تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ دیا جائے گا (اور یہ ساری تقسیم) اس وصیت پر عمل کرنے کے بعد ہوگی جو مرنے والے نے کی ہو یا اگر کسی کے ذمے کوئی قرض ہے تو اس کی ادائیگی کے بعد۔ تمہیں اس بات کا ٹھیک ٹھیک علم نہیں ہے کہ تمہارے باپ بیٹوں میں سے کون فائدہ پہنچانے کے لحاظ سے تم سے زیادہ قریب ہے؟ یہ تو اللہ کے مقرر کیے ہوئے حصے ہیں، یقین رکھو کہ اللہ علم کا بھی مالک ہے اور حکمت کا بھی۔ 11

**تشریح نمبر4:** یہ قاعدہ ان آیات میں بار بار دہرایا گیا ہے کہ میراث کی تقسیم ہمیشہ میت کا قرض ادا کرنے اور اس کی وصیت پر عمل کرنے کے بعد ہوگی، یعنی اگر مرنے والے کے ذمے کوئی قرض ہو تو اس کے ترکے سے سب سے پہلے اس کے قرضے ادا کیے جائیں گے۔ اس کے بعد اگر اس نے کوئی وصیت کی ہو کہ فلاں شخص کو جو وارث نہیں ہے، میرے ترکے سے اتنا دیا جائے تو ایک تہائی ترکے کی حد تک اس پر عمل کیا جائے گا، اس کے بعد میراث وارثوں میں تقسیم ہوگی۔

# فہم حدیث

## جھوٹے دعوے اور جھوٹی قسمیں

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنِ ادّعٰی مَا لَیْسَ لَہٗ فَلَیْسَ مِنَّا وَلْیَتَبَوَّ ءْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ

ترجمہ: حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو کوئی ایسی چیز پر دعوے کرے جو فی الحقیقت اس کی نہیں ہے تو وہ ہم میں سے (یعنی ہمارا آدمی اور ہمارا ساتھی) نہیں ہے' اور ان کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔ (صحیح مسلم)

تشریح: اپنے کو مسلمان کہنے اور مسلمانوں میں شمار کرنے والے شخص کے لئے اس سے زیادہ سخت و شدید وعید کیا ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے میں فرمادیں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے' ہماری جماعت سے خارج ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اللہ کی پناہ!

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ بِیَمِیْنِہٖ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰہُ لَہُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ وَاِنْ کَانَ شَیْئًا یَسِیْرًا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَاِنْ کَانَ قَضِیْبًا مِنْ اَرَاكٍ

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کسی نے جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا کوئی حق مارا (اور عدالتی فیصلے سے اس کی کوئی چیز حاصل کرلی) تو اللہ نے اس شخص کے لیے دوزخ واجب اور جنت حرام کردی ہے۔ ایک شخص نے سوال کیا: یا رسول اللہ! اگرچہ وہ چیز بالکل معمولی اور تھوڑی سی ہو (تب بھی یہی سزا ہو گی؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگرچہ (جنگلی درخت) پیلو کی ایک ٹہنی ہی ہو۔ (صحیح مسلم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے عدالت میں جھوٹی قسم کھا کر کسی دوسرے بندے کی بالکل معمولی اور بے قیمت چیز بھی حاصل کی تو اس نے بھی اتنا بڑا گناہ کیا جس کی سزا میں اس کو دوزخ کا عذاب ضرور بھگتنا ہو گا اور مومنین صالحین والی جنت سے محروم رہے گا۔

حدیث میں "مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ" فرمایا گیا ہے' یہ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ منورہ کا معاشرہ اسلامی معاشرہ ہی تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عموماً مسلمانوں ہی کے باہمی مقدمات آتے تھے۔ ورنہ کسی غیر مسلم کی چیز بھی جھوٹی قسم کھا کر حاصل کرنا اسی طرح حرام ہے جس طرح مسلمان کی چیز حاصل کرنا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اُنَیْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَکْبَرِ الْکَبَائِرِ الشِّرْكَ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقَ الْوَالِدَیْنِ وَالْیَمِیْنَ الْغُمُوْسَ وَمَا حَلَفَ بِاللّٰہِ حَالِفٌ یَمِیْنَ صَبْرٍ فَاَدْخَلَ فِیْھَا مِثْلَ جَنَاحِ بَعُوْضَۃٍ اِلَّا جُعِلَتْ نُکْتَۃٌ فِیْ قَلْبِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑے (اور سب سے خبیث) گناہ یہ ہیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی اور (حاکم کے سامنے) جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا اور عدالت میں جو قسم کھانے والا قسم کھائے اور اس میں مچھر کے پر کے برابر گڑبڑ کرے (یعنی ذرّہ برابر بھی جھوٹ یا خیانت شامل کرے) تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اس کے دل میں قیامت تک کے لئے ایک داغ بنا دیا جاتا ہے۔ (یعنی اس کا وبال قیامت میں ظاہر ہو گا۔) (جامع ترمذی)

عَنْ خُرَیْمِ بْنِ فَاتِكٍ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃَ الصُّبْحِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ عُدِلَتْ شَھَادَۃُ الزُّوْرِ بِالْاِشْرَاكِ بِاللّٰہِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَرَاَ فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰہِ غَیْرَ مُشْرِکِیْنَ بِہٖ

ترجمہ: خریم بن فاتک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) صبح کی نماز پڑھی' جب آپ فارغ ہوئے تو (اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ جھوٹی گواہی شرک کے برابر کردی گئی۔ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ ارشاد فرمائی' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قرآن پاک کی) یہ آیت فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰہِ غَیْرَ مُشْرِکِیْنَ بِہٖ" (اے لوگو! بت پرستی کی گندگی سے بچو' اور جھوٹی گواہی سے بچو' یکسوئی کے ساتھ بس اللہ ہی کے ہو کے اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہ ہو۔) (سنن ابی داؤد)

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آیت اس خطاب میں تلاوت فرمائی اس میں شرک و بت پرستی کے ساتھ "قولِ زور" سے بچنے اور پرہیز کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے اور دونوں کے لئے اَمر کا ایک ہی صیغہ اور ایک ہی کلمہ "اجتنبوا" استعمال فرمایا گیا ہے' اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھا اور مخاطبین کو سمجھایا کہ شہادتِ زور (جھوٹی شہادت) ایسا ہی گندہ اور خبیث گناہ ہے جیسا کہ شرک و بت پرستی اور ایمان والوں کو اس سے ایسا ہی پرہیز کرنا چاہئے جتنا کہ شرک و بت پرستی سے۔

Fruiti-O
NECTARS & FRUIT DRINKS
Real Taste of Nature
INTRODUCING FRUITI-O NECTAR
IN 1 LITRE BOTTLE
Fruiti-O
Pomegranate Nectar
1 Litre
Fruiti-O
Mango Nectar
Net Content
1 Litre
Fruiti-O
Guava Nectar
1 Litre
www.fruitio.com.pk
fruitioPakistan

# کمائی کا موسم

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

کچھ ایسے موسم ہوتے ہیں جن میں انسان تھوڑے وقت میں بہت کمالیتا ہے جسے سیزن اور کمائی کا موسم کہتے ہیں، بسا اوقات ایک ہی سیزن ایسا لگ جاتا ہے کہ سارا سال گزارا چلتا رہتا ہے۔ دنیا والوں کے بڑے سیزن لگتے ہیں لیکن مسلمان تو آخرت کو سامنے رکھتا ہے، اس کا تو ایمان ہے کہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے۔ میرے اور آپ کے پیغمبر کا سبق یہی ہے کہ اصل زندگی تو کل کی زندگی ہے۔ جن کا ایمان آخرت کی زندگی پر تروتازہ ہو تو سچی بات یہ ہے کہ ایسوں کے لیے رمضان اللہ کا بہت بڑا انعام اور کمائی کا بہت بڑا سیزن ہوا کرتا ہے۔ جیسے دنیا والوں کے لیے پورے سال میں جو موسم سیزن کا ہوتا ہے، انہیں پورا سال ہی اس کا انتظار رہتا ہے۔ اسی طرح جنہیں آخرت کی زندگی پر ایمان نصیب ہوتا ہے، اُن کے لیے رمضان بہت بڑا سیزن ہے اور پورا سال اُن کی زندگی اس کے ارد گرد گھومتی ہے۔ انتظار کرنے والے چھ چھ مہینے پہلے دعائیں کرنے لگتے ہیں: ”اللہ رمضان دے دے“ اور بقیہ پانچ مہینے یوں گزرتے ہیں: ”اے اللہ جو کمائی کی ہے، اسے قبول بھی فرمالے۔“ یہ ایسی چیز نہیں کہ سمجھ نہ آئے، دنیا کے سیزن سامنے رکھ لیجیے کیسا انتظار رہتا ہے۔ اور کسی شخص کے چند اچھے کاروباری سیزن لگ جائیں تو اسے بتانا نہیں پڑتا کہ میرا سیزن اچھا گزرا ہے اس کی زندگی، اس کے صبح شام، دن رات کے معمولات بتاتے ہیں کہ اس کا سیزن اچھا گزرا ہے۔ اس کی زندگی کا معیار بدل جاتا ہے، خوشیوں کے انداز بدل جاتے ہیں۔ اللہ کرے رمضان گزرنے کے بعد ہماری زندگیاں بتادیں کہ سیزن اچھا گزرا ہے۔ اللہ نہ کرے جیسے سالہا سال سے رمضان آرہے ہیں، گزر رہے ہیں ہماری زندگی ویسی کی ویسی گزر رہی ہے۔ اللہ نہ کرے یہ رمضان بھی آئے اور یوں ہی گزر جائے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے ”رمضان شہر اللہ“ یعنی رمضان اللہ کا مہینا ہے، یوں تو سارے مہینے اللہ کے ہیں لیکن خاص نسبت کہ رمضان اللہ کا مہینا ہے، اس میں اللہ کی رحمتیں بے حد و بے حساب برستی ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: ”سارا سال جو اللہ کی رحمت برستی ہے، اسے رمضان کی رحمتوں سے اتنی بھی نسبت نہیں، جتنی ایک قطرے کو سمندر سے ہوتی ہے۔“

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زبان پر بد دعا کے کلمات نہیں لایا کرتے تھے لیکن ایک وقت ایسا آیا آپ مسجد نبوی میں تشریف لائے منبر کی ایک سیڑھی پر قدم رکھا آمین کہا، دوسری سیڑھی پر قدم رکھا آمین کہا، تیسری پر قدم رکھا پھر آمین کہا۔ صحابہ کرام نے پوچھ لیا: ”یارسول اللہ آپ نے آمین کہا اور پھر آمین کہا اور پھر آمین کہا۔“ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: ”جبرئیل امین آئے تھے اور اُنھوں نے بد دعا کی تھی، میں نے آمین کہا۔“ بد دعا یہ تھی: ”اے اللہ جو شخص رمضان کی یہ مقدس گھڑیاں پائے اور پھر بھی اس کی بخشش نہ ہو، پھر بھی اس کی معافی نہ ہو، اے اللہ تو اسے ہلاک کردے۔“

رمضان کا مہینا جس میں رحمتیں ہی رحمتیں ہیں قدم قدم پر نوازنے اور بخشش کے فیصلے ہیں۔ تہجد اور سحری کا وقت بخشش کی گھڑیاں، افطار کے وقت دعاؤں کی قبولیت کا موقع۔ یہ وہ مبارک مہینا ہے، جس میں اللہ رب العزت نوافل کا اجر فرضوں کے برابر عطا فرماتے ہیں اور فرض کا ثواب ستر گنا بڑھا دیتے ہیں اور یہ کم سے کم ثواب ہے۔ اس مہینے میں اللہ کی رحمت بخشش کے بہانے ڈھونڈتی ہے، جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کردیا جاتا ہے۔

یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ جب شیاطین قید ہوگئے، پھر گناہ کیوں ہوتے ہیں،

ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ رمضان میں شیاطین قید ہوجانے کے باوجود گناہ کیوں ہوتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ جس طرح بیماریوں کے جراثیم کے اثرات مہینوں رہتے ہیں، اسی طرح گناہوں کے جراثیم باقی رہتے ہیں، ایسا بھی ہوتا ہے کہ گناہوں کی ایسی عادت پڑجاتی ہے کہ آدمی رمضان کی مقدس گھڑیوں میں بھی اپنے نفس کے زیراثر رہتا ہے۔

بات یہ ہے کہ مہینوں پہلے کے جراثیم اثرات سے بیماری مہینوں چلتی ہے۔ یعنی مہینوں پہلے جب جراثیم نے اثر کیا اور اس بیماری کا اثر مہینوں رہا۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ گناہوں کی لت اور عادت ایسی پڑتی ہے کہ آدمی رمضان کی مقدس گھڑیوں میں بھی اپنے نفس کے زیراثر رہتا ہے۔ شیاطین قید کردیے جاتے ہیں اور اس کا اثر نظر بھی آتا ہے۔ کتنے ایسے ہیں جن کے لیے عام دنوں میں دو چار نفل پڑھنا بھی مشکل ہوتا ہے وہ بیس رکعت تراویح میں بڑے ذوق و شوق سے قرآن سنتے نظر آتے ہیں کتنے ایسے ہیں جو عام دنوں میں فرائض کا بھی اہتمام نہیں کرپاتے اور رمضان میں نوافل کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ کتنے ایسے ہیں جن کو سال بھر تلاوت کی توفیق نہیں ہوپاتی لیکن رمضان میں کئی کئی قرآن ختم کرلیتے ہیں۔ یہ سب اثر ہے کہ اللہ کی رحمت کا شامیانہ تن چکا ہے یہ سارا اثر ہے کہ سرکش شیاطین جنات قید کردیے گئے ہیں۔

جبرئیل امین کی بددعا اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین کے بعد ایسے شخص کی ہلاکت تباہی اور بربادی میں کیا شک ہے کہ جہاں اللہ اپنے بندوں کو نوازنا چاہتا ہے لیکن یہ بدنصیب اس مقدس گھڑیوں میں بھی خالی ہاتھ رہا' یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ عام مسلمان کی بددعا بھی بڑی چیز ہے' ماں باپ کی بددعا بھی بہت بڑی چیز ہے۔ اللہ کے نیک بندوں' اولیاء اللہ کی بددعا بھی بہت بڑی چیز ہے اور جب بددعا ہو اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تو پھر نتیجہ سوچ لینا چاہیے۔ ہم امیدوار شفاعت اور سفارش کے ہیں' دعوی محبت اور عشق کا اور مستحق بن رہے ہیں بددعا کے۔

رمضان کے مہینے میں اللہ اپنے بندوں کو نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتا دیکھنا چاہتے ہیں کون کس سے آگے بڑھ رہا ہے' ایسے بھی اس امت میں رمضان کے قدردان گزرے ہیں کہ ایک رمضان میں اکسٹھ اکسٹھ قرآن ختم کیے۔ ایسے تو کئی گزرے ہیں اُمت میں اور آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں کہ ایک رمضان میں تیس تیس قرآن ختم کیے۔ ماضی قریب کے ایک بزرگ عالم دین شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے چالیس رمضان ایسے گزرے کہ ہر رمضان میں وہ تیس قرآن ختم کرتے تھے فرماتے تھے' میں روزانہ ایک قرآن سے کچھ زیادہ پڑھتا تاکہ اگر انتیس کا چاند ہوجائے تو میری تیس کی گنتی پوری ہوجائے۔ غور کرنے کی بات ہے ایک دو برس کا معاملہ نہیں۔ چالیس سال کا معاملہ ہے گرمی سردی' صحت' بیماری' یہ سب مسائل ساتھ ہوتے ہیں۔ نیز فرماتے تھے: " ہمارے گھر کی عورتوں کا بھی یہی حال تھا' ہماری بستی کاندھلہ میں جو بچیاں حافظہ تھیں اُن کے ہاں رمضان کی راتوں میں سونے کا تصور نہیں تھا' ساری رات قرآن کی تلاوت میں گزرتی۔ گھر کی عورتیں چکی بھی پیسا کرتی تھیں' آٹا بھی گوندھا کرتی تھیں' کپڑے بھی دھویا کرتی تھیں گھر کے کام کاج بھی کیا کرتی تھیں اور ان کے درمیان مقابلہ ہوتا تھا' کتنی تلاوت ہوئی' کوئی کہتی میرے آج اٹھارہ پارے ہوئے کوئی کہتی سترہ پارے ہوئے ہیں کوئی کہتی سولہ پارے ہوئے ہیں۔ یہ حال زیادہ پرانے زمانے کا نہیں' ماضی قریب کا ہے

آج کے نوجوان کو بھی دیکھیے' یہ بھی رمضان کی راتیں جاگ کر گزارتے ہیں' لیکن یہ جاگنا عبادت کے لیے تلاوت کے لیے نہیں ہوتا' بلکہ ان کی راتیں کرکٹ میں اور دوسرے کھیلوں میں گزر جاتی ہیں۔ فضول جاگنے میں گزر جاتی ہے سڑکوں اور بازاروں میں گزر جاتی ہے۔ اللہ تعالی ہدایت نصیب فرمائے' اصلاح کی توفیق نصیب فرمائے۔

اب ایک اور رمضان آیا چاہتا ہے' نیکیوں کی کمائی کا موسم اور سیزن ہے کوشش کرنی چاہیے اس سیزن میں کچھ ایسی کمائی ہوجائے جو زندگی سنوار دے۔ کیا پتا اگلا رمضان نصیب ہو یا نہ ہو۔ ذرا نظر اٹھا کر دیکھیں پتا چلے گا کہ کتنے لوگ تھے جو پچھلے رمضان میں ہمارے ساتھ تھے اور آج وہ منوں من مٹی کے نیچے ہیں ایک سجدہ بھی

اب ایک اور رمضان آیا چاہتا ہے، نیکیوں کی کمائی کا موسم اور سیزن ہے، کوشش کرنی چاہیے، اس سیزن میں کچھ ایسی کمائی ہوجائے، جو زندگی سنوار دے اور ہمارے حالات بتادیں کہ سیزن اچھا لگا ہے اللہ نہ کرے، جیسے سالہا سال سے رمضان آرہے ہیں، گزر رہے ہیں، ہماری زندگی ویسی کی ویسی گزر رہی ہے۔ اللہ نہ کرے یہ رمضان بھی آئے اور یوں ہی گزر جائے۔

کرنا چاہیں ایک سبحان اللہ بھی کہنا چاہیں ایک اللہ اکبر کا ثواب بھی لینا چاہیں اب ممکن نہیں۔ تو کیوں نہ ہم کچھ ایسا کر گزریں کہ ہمارے گھروں کا نقشہ بدل جائے ہمارے بچوں کی زندگیاں بھی بدل جائیں۔ اللہ کرے ہماری زندگیوں کا رخ بدل جائے کچھ ایسا یہ رمضان گزر جائے کہ اللہ اس مقدس مہینے کو رحمتوں برکتوں اور ہماری بخشش کا ذریعہ بنادے۔

عظمیٰ شمیم

# قبر کی تنہائی

ہم فرشتوں کے ایک بہت بڑے گروہ کے پاس سے گزرے اور انہیں سلام کیا۔انہوں نے پوچھا یہ کون ہے ؟ میرے ساتھ والے فرشتوں نے جواب دیا یہ ایک مسلمان ہے۔جو تھوڑی دیر پہلے حادثے کا شکار ہو گیا تھا اور اللہ نے ہمیں اس کی روح قبض کرنے کا حکم دیا تھا۔انہوں نے کہا : مسلمانوں کے لیے بشارت ہے۔ میں نے فرشتوں سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں انہوں نے کہا یہ وہ فرشتے ہیں جو آسمانوں کی حفاظت کرتے ہیں اور یہاں سے شیطانوں پر شہاب پھینکتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد ہم مزید اوپر چڑھتے گئے یہاں تک کہ آسمانِ دنیا پر پہنچ گئے۔میں اس وقت کرب کے عالم میں تھا کہ نا معلوم آگے کیا ہو گا۔میں نے آسمان کو بہت بڑا پایا اس کے اندر دروازے تھے' جو بند تھے اور ان دروازوں پر فرشتے تعینات تھے۔جن کے جسم بہت بڑے تھے۔دو فرشتوں نے کہا السلام علیکم اور ان کے ساتھ میں نے بھی یہی الفاظ دہرائے ۔دوسرے فرشتوں نے جواباً کہا وعلیکم السلام ۔اور انہوں نے کہا : رحمت کے فرشتو ! اَھْلاً وَسَھْلاً ضرور یہ مسلمان ہی ہو گا۔ میرے ساتھ والے فرشتوں نے کہا : ہاں یہ مسلمان ہے۔انہوں نے کہا تم اندر آسکتے ہو۔کیوں کہ آسمان کے دروازے صرف مسلمانوں کے لیے کھلتے ہیں۔ ہم اندر تو بہت ساری عجیب چیزیں دیکھیں۔ پھر ہم نے اور اوپر چڑھنا شروع کیا۔یہاں تک کہ دوسرا' تیسرا' چوتھا' پانچواں' چھٹا اور بالآخر ساتویں آسمان پر جا پہنچے یہ آسمان باقی تمام آسمانوں سے بڑا نظر آیا جیسے ایک بہت بڑا سمندر۔فرشتے کہہ رہے تھے "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

مجھ پر بہت ہیبت طاری تھی۔رب تعالیٰ نے میرے بارے میں حکم صادر فرمایا کہ میرے اس بندے کا اعمال نامہ علیین میں لکھ دو اور اسے زمین کی طرف واپس لے جاؤ۔کیوں کہ میں نے انہیں زمین سے پیدا کیا۔اسی میں ان کی واپسی ہو گی اور ایک بار پھر اسی زمین سے انہیں اُٹھاؤں گا۔شدید رعب' ہیبت اور خوشی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ میں نے کہا : پروردگار تو پاک ہے لیکن ہم نے تیری وہ بندگی نہیں کی جو ہونی چاہیے تھی "سُبْحَانَكَ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ"۔

فرشتے مجھے لے کر واپس زمین کی طرف روانہ ہوئے اور جہاں جہاں سے گزرتے گئے دوسرے فرشتوں کو سلام کرتے گئے۔میں نے راستے میں ان سے پوچھا : کیا میں اپنے جسم اور گھر والوں کے متعلق جان سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا : اپنے جسم

کو عنقریب تم دیکھ لوگے۔ تمہارے گھر والوں کی نیکیاں تم کو پہنچتی رہیں گی۔ لیکن تم انہیں دیکھ نہیں سکتے۔ وہ مجھے زمین پر لے آئے اور کہا : تم اب اپنے جسم کے ساتھ رہو۔ ہمارا کام ختم ہوگیا۔ اب قبر میں تمہارے پاس دوسرے فرشتے آئیں گے۔ میں نے کہا : حق تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کیا میں پھر کبھی آپ کو دیکھ سکوں گا؟ انہوں نے کہا قیامت کے دن۔ پھر انہوں نے کہا : اگر تم اہل جنت میں سے ہوگے تو ہم ساتھ ساتھ ہوں گے۔ میں نے پوچھا جو کچھ میں نے دیکھا اور سنا کیا اس کے بعد بھی میرے جنت جانے میں کوئی شک رہ گیا ہے؟ انہوں نے کہا تمہارے جنت کے بارے میں اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ تمہیں جو عزت و اکرام ملا وہ اس لیے کہ تم مسلمان مرے ہو لیکن تمہیں اعمال کی پیشی اور میزان سے ضرور سابقہ پیش آنا ہے۔

مجھے اپنے گناہ یاد آئے اور دل میں احساس ہوا کہ زور زور سے روؤں۔ انہوں نے کہا اپنے رب سے نیک گمان کرو کیوں کہ وہ کسی پر ظلم ہرگز نہیں کرتا۔ اس کے بعد انہوں نے سلام کیا اور بڑی تیزی سے اوپر کی طرف چلے گئے۔ میں نے اپنے جسم پر نظر دوڑائی میری آنکھیں بند تھیں۔ میرے ارد گرد میرے بھائی، والد صاحب اور دیگر گھر والے رو رہے تھے۔ اس کے بعد میرے جسم پر پانی ڈالا گیا یعنی مجھے غسل دیا جا رہا تھا۔ ان کے رونے سے مجھے تکلیف ہو رہی تھی۔ جب میرے والد دعا کرتے کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے تو ان کی یہ بات مجھے راحت پہنچاتی تھی اس کے بعد میرے جسم کو کفن پہنایا گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا : کاش میں شہید مرتا۔ اور کاش میں ایک گھڑی بھی اللہ کے ذکر، نماز یا عبادت کے بغیر نہ گزارتا۔ کاش میں شب و روز اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا۔ اتنے میں لوگوں نے میرا جسم اُٹھایا میں اپنے جسم کو دیکھ رہا تھا لیکن اس کے اندر ہی جا پا رہا تھا اور نہ ہی دور ہو پا رہا تھا۔ ایک عجیب سی صورت حال سے دوچار تھا۔

مجھے جب اُٹھایا گیا تو جو چیز میرے لیے تکلیف دہ تھی۔ وہ میرے گھر والوں کا رونا تھا۔ میں چاہ رہا تھا کہ ان سے کہہ دوں : رونا بند کر دیں، میرے لیے دعا کریں، آپ کا رونا مجھے تکلیف دے رہا ہے۔ مجھے مسجد پہنچایا گیا وہاں اتارا گیا میں نے سنا لوگ نماز پڑھنے لگے ہیں مجھے شدید خواہش ہوئی کہ میں بھی ان کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاؤں۔ میں نے سوچا کہ کتنے خوش قسمت ہیں یہ لوگ کہ نیکیاں کما رہے ہیں۔ جبکہ میرا اعمال نامہ بند ہوگیا ہے۔ نماز ختم ہوئی تو مؤذن نے جنازے کا اعلان کیا، امام صاحب میرے قریب آئے اور نماز جنازہ شروع کی۔ اُس وقت میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ امام صاحب اس نماز کو مزید لمبا کر دیں۔ کیوں کہ لوگوں کی دعاؤں سے مجھے راحت مل رہی تھی۔ نماز ختم ہوئی اور اُٹھا کر قبرستان کی طرف لے گئے میں پریشان تھا کہ نہ معلوم میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ مجھے اپنی غلطیاں اور غفلت کی گھڑیاں یاد آ رہی تھیں۔ ایک شدید ہیبت کے عالم سے میں گزر رہا تھا۔ قبرستان پہنچا کر مجھے اتارا گیا اس وقت مختلف قسم کی آوازیں سننے میں آئیں کوئی کہہ رہا تھا : جنازے کو راستہ دے دو، کوئی کہہ رہا تھا کہ اس طرف سے لے جاؤ اور قبر کے قریب رکھ دو۔ مجھے قبر میں روح اور جسم کے ساتھ اتارا گیا۔ لیکن انہیں صرف میرا جسم نظر آ رہا تھا روح نظر نہیں آ رہی تھی، اس کے بعد لحد کو بند کرنا شروع کر دیا گیا، میرا دل چاہا کہ چیخ چیخ کے کہہ دوں کہ مجھے یہاں نہ چھوڑیں۔ پتا نہیں میرے ساتھ کیا ہوگا۔ لیکن میں بول نہیں سکتا تھا۔ الغرض مٹی ڈالنی شروع ہوئی اور قبر میں گھپ اندھیرا چھا گیا۔ لوگوں کی آوازیں بند ہوتی چلی گئیں۔ لیکن میں ان کے قدموں کی آوازیں سن رہا تھا۔ ان میں سے جو کوئی میرے لیے دعا کرتا تو اس سے مجھے سکون مل جاتا تھا۔ اچانک قبر مجھ پر تنگ ہوگئی اور ایسا لگا کہ وہ میرے پورے جسم کو کچل دے گی اور قریب تھا کہ میں چیخوں۔ لیکن پھر وہ دوبارہ اصلی حالت پر آگئی۔ اچانک دو ہیبت ناک قسم کے فرشتے نمودار ہوئے، جن کے بڑے بڑے جسم، رنگ کالا اور آنکھیں نیلی تھی۔ ان کی آنکھوں میں بجلی جیسی چمک تھی اور ان کے ہاتھ میں گرز تھا، ان میں سے ایک نے مجھے کہا بیٹھ جاتو میں فوراً بیٹھ گیا۔ پھر اُس نے کہا، تیرا رب کون ہے؟ میں نے جلدی سے کہا ''میرا رب اللہ ہے۔" جواب دیتے ہوئے مجھ پر کپکپی طاری تھی۔ پھر اس نے مزید دو سوال کیے۔ تیرا نبی کون ہے؟ اور تیرا دین کون سا ہے؟ اللہ کا شکر کہ میں نے ٹھیک جوابات دیے۔ انہوں نے کہا : اب تم قبر کے عذاب سے بچ گئے میں نے پوچھا : کیا تم منکر نکیر ہو؟ انہوں نے جواباً کہا ہاں اور بولے کہ اگر تم صحیح جواب نہ دیتے تو ہم تمہیں اس گرز سے مارتے اور تمہاری چیخیں انسانوں اور جنات کے سوا زمین کی ساری مخلوق سنتی۔ میں نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس مصیبت سے بچالیا۔

فرشتوں کے چلے جانے کے ساتھ ہی مجھے سخت گرمی محسوس ہوئی اور مجھے لگا کہ میرا جسم جلنے والا ہے، جیسے کہ جہنم سے کوئی کھڑکی کھولی گئی ہو۔ اتنے میں دو اور فرشتے نمودار ہوئے اور کہا : ''السلام علیکم''، میں نے جواب دیا : ''وعلیکم السلام۔'' انہوں نے کہا : ''ہم فرشتے ہیں، ہم قبر میں تمہارے اعمال تمہیں پیش کرنے آئے ہیں، تاکہ قبر میں قیامت تک تمہیں اپنی نیکیوں کا جو بدلہ ملنا چاہیے وہ بدلہ مل جائے۔'' میں نے کہا : ''خدا کی قسم جس سختی اور اذیت سے میں دوچار ہوں، میں نے کبھی اس کے متعلق سوچا بھی نہیں تھا۔'' پھر میں نے پوچھا : ''کیا میں ایک سوال کر سکتا ہوں؟'' انہوں نے کہا : ''کرلو۔'' میں نے پوچھا : ''کیا میں اہل جنت میں سے ہوں اور کیا اتنی ساری تکلیفیں جھیلنے کے بعد بھی میرے لیے جہنم جانے کا خطرہ ہے؟'' انہوں نے کہا : ''تم ایک مسلمان ہو، خدا اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہو لیکن جنت جانے کا علم ایک اللہ کے علاوہ کسی کو نہیں ہے۔ بہر حال اگر تم جہنم میں چلے بھی گئے تو وہاں ہمیشہ نہیں رہو گے کیوں کہ تم موحد ہو۔'' یہ سن کر میری آنکھوں سے آنسوں جاری ہوگئے اور میں نے کہا : ''اگر خدا نے مجھے دوزخ میں بھیج دیا تو پتا نہیں میں وہاں کتنا عرصہ رہوں گا؟'' انہوں نے کہا : ''اللہ تعالیٰ سے اچھی امید رکھو کیوں کہ وہ بہت کریم ہے اور اب ہم تمہارے اعمال پیش کر رہے ہیں۔ تمہارے بلوغت کے وقت سے تمہارے ایکسیڈنٹ کے وقت تک۔''

# حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ

حذیفہ رفیق

## • مبارک اور مقدس خاندان کے فرزند •

رسول اکرم ﷺ کے لاڈلے نواسے سیدنا حسین بن علی ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔ ساتھ ہی اپنے ننھیال سے بھی عظیم و برتر خاندان کے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کا نام عبدالرحمٰن تھا' اور ایک کا نام محمد تھا' عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی بیٹی اسما کا نکاح محمد بن ابی بکر کے بیٹے قاسم سے ہوا' اور ان دونوں سے ایک بیٹی پیدا ہوئی فروہ' یہ جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ تھیں' چناں چہ ان کی والدہ' حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی تھیں۔ اور ان کی نانی بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں' یعنی اسماء بنت عبدالرحمٰن۔ اسی لیے وہ فرماتے تھے: ''حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی میرے دو رشتے ہیں!''

## • سب سے بڑا فقیہ •

سن 80ھ میں پیدا ہوئے' کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی ملاقات کی' اس لیے ان کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ ایک شخص عمرو بن ابی المقدام کہتے ہیں: ''جعفر بن محمد کو دیکھ کر ہی یقین آجاتا ہے کہ یہ نبی کے خاندان میں سے ہیں۔'' امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے کسی نے پوچھا: آپ نے جتنے علماء دیکھے' ان میں سب سے بڑا فقیہ (دین کی سمجھ رکھنے والا) کس کو پایا؟ فرمانے لگے: ''میں نے جعفر بن محمد سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔'' خوب خرچ کرنے والے تھے' لوگوں کو اور غریبوں کو اتنا کھلاتے تھے خود اپنے گھر والوں کے لیے تنگی ہو جاتی تھی۔

## • حکومتوں سے بے غرض •

ان کے خاندان میں حکومت رہی تھی' لیکن انہیں حکومت اور منصب سے کوئی سروکار نہیں تھا' یہ بہت زیادہ عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ بلکہ ارباب حکومت اور خلفا سے بہت دور رہتے تھے' جس کی وجہ سے ان حضرات کو ان سے کچھ غلط فہمیاں بھی پیدا ہو گئی تھیں' لیکن چوں کہ ان کے دل میں حکومتوں کی حکومت والوں کی کوئی وقعت اور اہمیت نہیں تھی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ کا غیر معمولی رعب طاری کر دیا تھا۔ اسی سے متعلق ایک قصہ کتابوں میں ملتا ہے' جس میں خلیفہ وقت نے جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ و تکلیف پہنچانے کا ارادہ کیا' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی مکمل حفاظت فرمائی۔ آگے وہی قصہ نقل کر رہے ہیں۔

## • جو اللہ سے ڈرتا ہے ہر چیز اس سے ڈرتی ہے •

دورِ عباسی کے مشہور خلیفہ ابو جعفر منصور نے سن 147ھ میں حج کا ارادہ کیا' مدینہ منورہ پہنچ کر خلیفہ ابو جعفر نے اپنے وزیر ربیع سے کہا: ''جعفر کو میرے دربار میں حاضر کرو' یا یہ زندہ رہے گا یا میں زندہ رہوں گا!'' جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کی بہت عزت تھی اور بڑا مرتبہ تھا' ربیع نے سوچا کہ خلیفہ انتہائی غصے میں ہیں' بہتر یہی ہے کہ جعفر بن محمد کو دربار میں ہی نہ بلوایا جائے' خلیفہ نے دوسری مرتبہ پھر یہی حکم دیا' لیکن ربیع نے پھر دوبارہ مشغولیت اور مصروفیت کے بہانے ٹالنے کی کوشش کی' بالآخر خلیفہ نے تیسری مرتبہ ایک سخت انداز میں ربیع کو ایک رقعہ لکھ بھیجا: جعفر بن محمد کو جتنا جلدی ہو سکے میرے پاس پہنچایا جائے۔

جب ربیع نے یہ محسوس کیا کہ اب جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کو بلوائے بغیر کوئی چارہ نہیں تو وہ جعفر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: ”ابو عبد اللہ! خلیفہ آپ کو یاد کر رہے ہیں“۔ ربیع جعفر بن محمد سے محبت تو بہت کرتے تھے، لیکن بلانے پر مجبور تھے، اس لیے انہوں نے اشاروں میں جعفر بن محمد کو بتادیا کہ خلیفہ کے ارادے تشویش ناک ہیں، جعفر بن محمد بھی ربیع کا اشارہ سمجھ گئے لیکن بالکل مطمئن رہے، نیا جوڑا پہنا اور چل دیے، چلتے ہوئے کہنے لگے: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ نہ کوئی طاقت ہے نہ کوئی قوت ہے سوائے اللہ کے، جو بلند اور بزرگ ہے۔

دربار میں پہنچ کر ربیع نے خلیفہ کو اطلاع دی، خلیفہ نے سخت لہجے میں کہا کہ: ”اس کو اندر بھیج دو، یا تو یہ زندہ رہے گا یا میں زندہ رہوں گا۔“ ربیع نے جعفر بن محمد کو بتادیا کہ خلیفہ سخت غصے میں ہیں، جعفر بن محمد نے اس کے جواب میں کچھ نہیں کہا، بس مسکراتے رہے اور ان کے ہونٹ مسلسل ہلتے رہے۔ جیسے ہی جعفر بن محمد دربار میں داخل ہوئے، خلیفہ ان کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا اور کہا: خوش آمدید! میرے بھائی، بے عیب اور بے غبار دامن والے، دھوکے اور خیانت سے پاک صاف دوست ہو تم۔ اور پھر ان کو اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھایا، اور ان کی طرف متوجہ ہو کر حال احوال پوچھنے لگا، اس کے بعد کہا: ”حضرت، ہمیں کچھ خدمت کا موقع دیں، ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟“ جعفر بن محمد فرمانے لگے: ”مکہ اور مدینے والوں کے جو وظائف حکومت کے ذمے ہیں، وہ ابھی تک ان کو نہیں پہنچے، کیا ہی اچھا ہو گا کہ یہ مال ان ضرورت مند لوگوں تک پہنچ جائے!“۔ خلیفہ نے کہا: ”ضرور، ایسا ہی کریں گے۔“ اس کے بعد خلیفہ نے باندی کو تحفہ لانے کا حکم دیا، باندی گئی اور خوبصورت شیشی میں عمدہ اور قیمتی عطر لے کر آئی، خلیفہ نے اپنے ہاتھ سے وہ خالص عطر جعفر رحمۃ اللہ علیہ کی ڈاڑھی میں لگائی اور ان کے کپڑوں کو معطر کیا، اس کو غلاف میں لپیٹا اور ان کی خدمت میں پیش کیا اور انتہائی تعظیم اور ادب کے ساتھ دعا دیتے ہوئے رخصت کیا: فِيْ حِفْظِ اللّٰهِ وَفِيْ كَلَاءَتِهٖ اللہ کی حفاظت میں! اس کے بعد ربیع سے کہا: ”ابو عبد اللہ کا ہدیہ اور قیمتی پوشاک ان کی قیام گاہ میں پہنچانے کا انتظام کرو!“ اس کے بعد جعفر بن محمد وہاں سے رخصت ہوئے۔ ان کے باہر نکلتے ہی ربیع ان کے پاس آ پہنچا، اور ان سے کہنے لگا: ”آپ کے آنے سے پہلے جو میں نے دیکھا، وہ آپ نے نہیں دیکھا، مجھے پورا یقین ہو چکا تھا، کہ وہ آپ کو زندہ نہیں چھوڑے گا، لیکن جب آپ دربار میں داخل ہوئے تو وہاں کا ماحول ہی بدل گیا، اور وہ آپ نے بھی دیکھا، بھلا یہ سب کیا تھا؟؟“ جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ ربیع کی بات سن کر مسکراتے رہے اور چلتے رہے، اور ربیع بے تابی سے ان کے پیچھے پیچھے چلتا رہا، جب کچھ دیر گزرنے پر ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تو خود ہی ربیع نے دوسرا سوال کر ڈالا: حضرت! خلیفہ کے پاس جاتے وقت آپ کیا پڑھ رہے تھے؟“

جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کچھ دیر خاموش رہے، پھر آپ نے فرمایا: ”میں نے یہ دعا مانگی تھی: "اے اللہ، میری نگرانی فرما اپنی اس آنکھ سے جو سوتی نہیں اور پناہ میں لے لے اپنی اس طاقت کے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور میری حفاظت فرما اپنی اس قدرت سے جو تجھ کو میرے اوپر حاصل ہے، اور مجھے ہلاک ہونے سے بچالے، اور میری امید بس تیری ہی ذات سے وابستہ ہے۔ اے میرے رب، بہت سی نعمتیں جو تو نے میرے اوپر فرمائیں اور میں نے ان کا شکر ادا نہ کیا اور کتنی مصیبتوں میں تو نے میری آزمائش کی اور میں نے ان پر صبر نہ کیا، اے وہ ذات کہ جب میں نے اس کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا تو اس نے مجھے محروم نہ کیا اور جب اس کی آزمائش پر میں نے صبر نہ کیا تو اس نے مجھے رسوا نہ کیا۔ اور اے وہ مہربان جب اس نے مجھے گناہ کرتے دیکھا تو بدنام نہ کیا، اے ایسی نعمتوں والے جس کا شمار نہیں اور اے ایسی خوبیوں کے مالک جو ختم نہ ہوں گی اے اللہ! دنیا عطا فرما کر میرے دین میں مدد فرما، اور تقویٰ سے میری آخرت میں مدد فرما، اور میری غیر حاضری میں میرے معاملات کی نگرانی رکھ اور میری موجودگی کے معاملات بھی میرے سپرد نہ کر۔

اے وہ بے نیاز ذات، کہ بندوں کے گناہ جس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، اور معاف کرنے سے اس کا یہاں کوئی کمی نہیں آئے گی، مجھے وہ معاف کر دے جس سے تیرا کچھ نہیں بگڑے گا، اور وہ عطا کر دے جس سے تیرے یہاں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

اے عطا کرنے والے! میں آپ سے تنگی سے نجات مانگتا ہوں اور مجھے پسندیدہ صبر عطا کیجیے، میں آپ سے تمام تکلیفوں اور مصائب سے عافیت کا اور عافیت کے شکر کا سوال کرتا ہوں۔

جنید حسن

قسط نمبر 13

# مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا ﷺ

جامع الخندق بڑی مسجد ہے اور اس کے ساتھ سلع نامی پہاڑ ہے، جس کا احادیث میں تذکرہ ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے غزوۂ خندق کے موقع پر، اس پہاڑ پر اللہ سے فتح کی دعا مانگی تھی، جو قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کے خیمے اور ساز و سامان تیز آندھی کے ذریعے اُکھاڑ پھینکے، یہاں تک کہ وہ واپس بھاگ لیے اور آپ ﷺ نے نمازِ شکرانہ ادا فرمائی اس مقام پر مسجد الفتح واقع ہے اور اس تک جانے کے لیے پکی سیڑھیاں بنائی گئی ہیں۔ یہ مسجد بند رہتی ہے اور باہر اس کے نام کی تختی لگی ہوئی ہے۔ بیرونی دروازے کی جالی سے صحن تو نظر آرہا تھا، مگر مسجد کی اندرونی جانب دیکھ لینا ممکن نہیں تھا۔ وہاں سے اتر کر میں نے نیچے کی دو مسجدوں کے اطراف میں بھی چکر لگایا، وہ بھی بند رہتی ہیں۔

غزوہ خندق کو غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے، در حقیقت اس کے نام پر قرآن مجید میں سورۂ احزاب نازل ہوئی، جس میں اس کا تفصیلی ذکر آیا ہے۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر خندق صرف ایک مقام پر کھودی گئی تھی، کیوں کہ بقیہ اطراف میں پہاڑوں وغیرہ سے قدرتی طور پر حفاظت مل گئی تھی۔ صرف ایک شمال مغربی سمت سے حملے کا خطرہ تھا۔ یہ خندق 5 گز چوڑی، 5 گز گہری اور 3.5 میل لمبی تھی، (بحوالہ معارف القرآن از مفتی محمد شفیع صاحب اور تاریخ الاسلام از مولانا نجیب اکبر آبادی) مگر اس کے نشانات اگر کوئی باقی ہیں تو وہاں سے ان کا اندازہ نہ ہو سکا اور وہاں سے آگے ہم جانہ سکے۔ الغرض... جامع الخندق میں ہم نے نماز پڑھی، پھر باہر نکلے۔

**غزوۂ احد:** جبلِ احد وہ عظیم پہاڑ ہے، جس کے جنتی ہونے کی اللہ کے رسول ﷺ نے بشارت دی تھی۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا: ”اُحد ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اُحد سے۔“ جبلِ احد دیکھنے میں ایک پہاڑی سلسلہ محسوس ہوتا ہے۔ احد سے کچھ پہلے بائیں جانب ایک پہاڑ آیا، جس کا نام جبلِ عیر ہے۔ اس پہاڑ کے بارے میں حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ”یہ ہم سے منافرت کرتا ہے اور اسی لیے جبلِ نار قرار دیا گیا ہے۔

سورج سر پر چمک رہا تھا اور شدید گرمی کا عالم تھا۔ ہم جبلِ احد کی پارکنگ میں پہنچے تو ایک بازار لگا ہوا دیکھا۔ میں نے گاڑی سے اترتے ہی دھوپ سے بچاؤ کے لیے 2 چھتریاں خریدیں۔ اس بازار میں بھی معیاری چیزیں اچھی قیمت پر دستیاب تھیں، آگے بڑھے تو ایک چوکور میدان آگیا۔ چاروں طرف ایک حد بندی کر کے اس میں نیچے سے اوپر تک موٹی جالی لگائی گئی ہے۔ اس جگہ خوش بو پھیلی ہوئی تھی، جو ہم نے محسوس کی۔ جالی کے درمیان میں کچھ جگہ خالی تھی، جس کے ذریعے ہم نے میدان کے اندر دیکھا۔

ایک چھوٹا سا احاطہ ہمارے سامنے تھا۔ حضور ﷺ کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی لحد مبارک ہمارے سامنے تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بے مثال جرات و شجاعت سے کفارِ مکہ سخت خائف رہتے تھے۔ آپؓ کو شہید کرنے کے بعد آپؓ کی نعش کا مثلہ کیا جانا اس قدر تکلیف دہ تھا کہ زندگی بھر اللہ کے رسول ﷺ کو اس تکلیف کا احساس رہا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی اس احاطے میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ دفن ہیں۔ یہ وہ عظیم جوان صحابی ہیں، جنہیں رسول اللہ ﷺ نے اسی شہر مدینہ میں ہجرت سے قبل اسلام کی تبلیغ و ترویج کا مشن دے کر بھیجا تھا اور آپؓ نے ایسی شاندار کارکردگی دکھائی کہ نہایت قلیل وقت میں یثرب کے اندر اسلام کا سورج ہر طرف کرنیں بکھیرنے لگا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے داماد بھی تھے کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کی بھانجی حضرت حمنہ بنتِ جحشؓ کے شوہر تھے۔ ان دونوں صحابہ کے ساتھ ہی ایک اور صحابی حضرت عبداللہ ابنِ جحشؓ بھی مدفون ہیں۔ ہم نے نہایت عقیدت و محبت سے ان عظیم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سلام کہا اور ایصالِ ثواب کیا۔

وہاں سے آگے میدان میں ایک بڑا احاطہ بنا ہوا تھا، جس میں اُحد کے شہدا ایک ہی قبر میں دفن ہیں۔ احاطے کے بارے میں صالح نے بتایا کہ یہ صرف عوام کو دکھانے کے لیے اس جگہ احاطے کی چار دیواری سی کھینچی ہوئی ہے، ورنہ یہ بڑی قبر پیچھے میدان کی دیوار تک (جہاں اس وقت ہم کھڑے ہوئے تھے) پھیلی ہوئی ہے۔ میں نے بقیہ ص 26 پر

Perfect®
Freshener
رہو خوشبوؤں میں
Perfect
Freshener
Max
LA PERFUME
Dry
99
LA PERFUME
Dry
ENJOY
LA PERFUME
Dry
BLOOM
LA PERFUME
Dry
اصلی
ASLEE
LA PERFUME
Dry
Pretty
LADY
LA PERFUME
Dry
Royal
CLUB
LA PERFUME
Dry
perfectairfreshener PFreshener www.se.com.pk

# مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

## رمضان المبارک کے احکام

**سوال:** روزے کی فرضیت، حکم، اس کی حکمتوں اور فوائد سے آگاہ فرمائیں؟

**جواب:** واضح رہے کہ رمضان المبارک کے روزے رکھنا ہر مسلمان مرد وعورت، عاقل وبالغ پر فرض ہے اور یہ دین کا ایک بڑا رکن ہے، اُن کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر اور بلا عذر چھوڑنے والا سخت گناہ گار اور فاسق ہے۔

**روزے کا حکم:** روزے دار اپنے ذمے سے فرض یا واجب کو ادا کرتا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ثواب حاصل کرتا ہے۔

روزہ رکھنے میں بہت سی حکمتیں ہیں، مثلاً:

1 جسم کی تن درستی
2 نفس کا مغلوب ہونا
3 شیطان کی ناراضی
4 دل کی صفائی
5 گناہ معاف ہونا
6 آخرت میں ثواب واللہ تعالیٰ کی خوشنودی
7 فرشتوں کی صفت حاصل ہونا وغیرہ۔

## روزے کی خوبیاں اور فوائد

1 اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر معلوم ہو کر ان کا شکریہ ادا کرے گا۔
2 روزے کی برکت سے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرے گا اور تقویٰ اختیار کرے گا۔
3 خواہشات نفسانی کی اصلاح ہو جائے گی۔
4 فقراء ومساکین پر رحم اور ان کی خدمت کرے گا۔
5 فرشتوں کی صفت سے متصف ہوگا جو کہ کھانے پینے اور ہر قسم کی لذتوں سے پاک ہیں اور ہر وقت عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔
6 صبر کی صفت اور برداشت کی عادت پیدا ہوگی۔
7 دل میں صفائی آجائے گی، جس سے شریعت کی پابندی اور اس کے احکام پر عمل آسان ہو جائے گا۔
8 روزہ رکھنا دنیا میں روزے دار کو گمراہی سے اور آخرت میں دوزخ کے عذاب سے بچائے گا۔
9 روزہ خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔
10 روزے دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مُشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔
11 روزے دار کو دنیا وآخرت میں فرحت حاصل ہوگی، دنیا میں جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور آخرت میں جب روزے دار کو ثواب اور جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوگا۔
12 روزہ فرشتوں کے سامنے روزے دار کے ذکر کو بلند کرتا ہے۔
13 روزے دار کا جسم تن درست رہتا ہے، خاص کر بلغمی امراض اور رطوباتِ ردیہ کو جسم سے زائل کرتا ہے۔
14 یہ ایک ایسی پوشیدہ عبادت ہے کہ اس میں ریاکاری داخل نہیں ہوتی۔

## روزے کے چند مسائل

**سوال:** کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں:

1 روزہ کس پر فرض ہے اور بچوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟
2 رمضان کے ہر روزے کی نیت الگ الگ ہونی چاہیے یا سحری کھانا بھی نیت کے قائم مقام ہو جائے گا؟
3 روزے کی حالت میں دانت سے خون نکل کر حلق میں چلا گیا تو روزے کا کیا حکم ہے؟
4 پائریا کی وجہ سے مسوڑھوں سے پیپ آتی ہے اور وہ تھوک کے ساتھ اندر داخل ہو جاتی ہے۔ اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا یا نہیں؟
5 روزے کی حالت میں اگر دانت نکلوایا تو روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟
6 آنکھ میں سرمہ یا دوا ڈالنے یا جسم میں تیل لگانے سے روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟

7 عود اور اگر بتی وغیرہ کا دھواں اگر اندر چلا جائے تو روزے کا کیا حکم ہوگا؟
8 حقہ، نسوار اور سگریٹ پینے نے روزہ فاسد ہوتا ہے یا نہیں؟
9 اگر عورت کو روزے کی حالت میں حیض آجائے تو وہ بقیہ دن میں کھا پی سکتی ہے یا نہیں؟
10 اگر عورت رمضان کے دن حیض سے پاک ہوگئی تو وہ بقیہ دن کیا کرے؟
11 کلی کرتے وقت اگر پانی حلق میں چلا گیا تو روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟
12 روزہ نہ رکھنے کے اعذار کیا ہیں؟

جواب: 1 رمضان شریف کے روزے ہر مسلمان، عاقل بالغ پر فرض ہیں، جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ بچوں اور بچیوں کے بارے میں حکم یہ ہے کہ روزے کو نماز پر قیاس کرتے ہوئے بچوں کو بھی سات سال کی عمر مکمل ہونے کے بعد نماز کی طرح روزہ رکھنے کا حکم دیا جائے گا اور دس سال کے بعد باقاعدہ اہتمام سے روزے رکھوائے جائیں، تاکہ بالغ ہونے کے بعد روزہ رکھنے میں کسی قسم کی مشکل نہ ہو۔

2 رمضان شریف کے ہر روزے کی نیت الگ الگ کرنا ضروری ہے، اگر نیت نہیں کی گئی تو سحری کرنا نیت کے قائم مقام ہو جائے گا، نیز واضح رہے کہ ماہِ رمضان میں روزے کی نیت نصف النہار شرعی سے پہلے پہلے کر سکتے ہیں، بشرطیکہ کچھ کھایا پیا نہ ہو۔

3 روزے کی حالت میں اگر دانتوں سے خون نکل کر تھوک کے ساتھ حلق میں چلا گیا تو یہ دیکھا جائے گا کہ خون زیادہ ہے یا تھوک، اگر خون زیادہ ہے تو روزہ فاسد ہو جائے گا، قضا ضروری ہوگی۔ اور اگر تھوک زیادہ ہے اور خون کم ہے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

4 پائریا ایک مستقل مرض ہے اور پائریا کی پیپ منہ ہی میں پیدا ہوتی ہے، اس سے احتراز ممکن نہیں، ساتھ ساتھ پیپ کی مقدار کم اور تھوک سے مغلوب ہوتی ہے، اس لیے پائریا کی پیپ مفسدِ صوم نہیں ہوگی۔

5 اگر روزے کی حالت میں دانت نکلوایا اور خون پیٹ میں چلا گیا تو روزہ فاسد اور قضا لازم ہوگی۔

6 آنکھ میں دوائی اور سرمہ ڈالنے اور جسم کے اوپر تیل لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، کیوں کہ آنکھ، جسم، دماغ اور معدے کے درمیان کوئی راستہ نہیں، جب کہ روزہ فاسد ہونے کے لیے کسی چیز کا جوفِ معدہ تک پہنچنا ضروری ہے، البتہ اگر منہ، کان، ناک، چھوٹے اور بڑے پیشاب کی جگہ، پیٹ اور کھوپڑی کے اندرونی زخم کی راہ سے کوئی چیز جوف معدہ اور دماغ تک پہنچ جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا، جسم پر تیل لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

7 عود اور اگر بتی کا دھواں اگر روزے دار نے قصداً منہ میں داخل کیا اور وہ اندر چلا گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا، قضا لازم ہوگی، اور اگر بلا قصد وارادہ خود بخود داخل ہو گیا تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

8 حقہ اور سگریٹ پینے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، اگر نسوار حلق میں چلی جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا

9 اگر عورت کو روزے کی حالت میں حیض آجائے تو وہ بقیہ دن کھا پی سکتی ہے، روزہ دار کی طرح رہنا ضروری نہیں۔

10 اگر عورت رمضان کے دن میں حیض ونفاس سے پاک ہوگئی تو بقیہ دن روزہ دار کی مانند رہے، اس کے لیے کھانے پینے کی اجازت نہیں ہے اور بعد میں اس روزے کی بھی قضا کرے۔

11 کلی کرتے وقت اگر پانی حلق میں چلا گیا اور روزہ یاد تھا تو روزہ فاسد ہو جائے گا، قضا لازم ہوگی۔

12 پانچ اعذار ایسے ہیں جن کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے:

1۔۔۔ایسا شدید مرض جس کی وجہ سے روزے کی سکت نہ ہو یا روزے سے مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو، عذر ختم ہونے کے بعد قضا لازم ہے۔

2، 3۔۔۔حاملہ اور بچے کو دودھ پلانے والی عورت جن کو روزے سے اپنی جان یا بچے کو ایذا و تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو، عذر ختم ہونے کے بعد قضا لازم ہے۔

4۔۔۔شرعی مسافر، مقیم ہونے کے بعد قضا لازم ہے

5۔۔۔ایسا سن رسیدہ ضعیف (بوڑھا، بڑھیا) جو روزہ نہ رکھ سکتا ہو، معذور ہو، ہر روزے کے عوض ایک ایک فدیہ ادا کرے گا، اگر فدیہ ادا کر دینے کے بعد اللہ تعالیٰ روزہ رکھنے کی طاقت عطا فرمائے تو فوت شدہ روزوں کی قضا لازم ہوگی۔

## روزے کی خوبیاں اور فوائد

سوال: میری خالہ جن کی عمر اس وقت ساٹھ سال کے لگ بھگ ہوگی۔ پہلے خرابیٔ صحت کی وجہ سے رمضان کے روزے نہیں رکھ سکتی تھیں، یہاں تک کہ انہیں روزوں کی پابندی سے بچنے کی عادت سی ہوگئی۔ اب تقریباً چالیس سال سے انہوں نے یہ فرض ادا نہیں کیا اور نہ ہی اس کا کوئی کفارہ ادا کیا، کیوں کہ توفیق نہیں تھی، پھر جب توفیق ہوئی اور ادا روزے رکھنے شروع کر دیے تو گزشتہ قضا روزوں کا خیال نہیں آیا۔ اب انہیں اس بات کا احساس ہو رہا ہے اور کفارہ ادا کرنا چاہتی ہیں تو کس حساب سے ادا کریں؟

جواب: آپ کی خالہ صاحبہ کو چاہیے کہ وہ اول تو چھوڑے ہوئے روزوں کو ٹھیک ٹھیک حساب لگا کر اپنے وصیت نامے میں لکھ دیں کہ میرے اتنے روزے چھوٹے ہوئے ہیں۔ اگر میں ان کو ادا کیے بغیر مر جاؤں تو ان کا فدیہ ادا کر دیا جائے۔ اس بعد ان پر فرض ہے کہ وہ چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرنا شروع کریں اور جتنے روزوں کی قضا کر سکتی ہوں، کرلیں اور جتنے روزے رکھتی رہیں ان کا حساب بھی وصیت نامے میں درج کرتی رہیں اور جب عمر کی زیادتی اور ضعف وبیماری کی وجہ سے روزہ رکھنا ان کے لیے ممکن نہ رہے تو جتنے روزے اس وقت باقی ہوں ان کا فدیہ خود اپنی زندگی میں ادا کر دیں، اور فدیہ اس حساب سے ادا کریں کہ ہر ایک روزے کے بدلے ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک گندم کسی فقیر کو دے دیں یا اس کی قیمت ادا کر دیں، پھر اگر قوت آجائے تو دوبارہ قضا روزے رکھنا شروع کر دیں۔ واضح رہے کہ فدیہ ادا کرنا صرف اس وقت کافی ہوگا جب روزہ رکھنے کی طاقت بالکل نہ رہے، ورنہ خود روزہ رکھنا ضروری ہے۔

## روزے کی خوبیاں اور فوائد

سوال: طیارے میں روزہ افطار کرنے کا کیا حکم ہے، جبکہ طیارہ 35 ہزار فٹ کی بلندی پر محو پرواز ہو اور زمین کے اعتبار سے غروب آفتاب کا وقت ہوگیا ہو، مگر بلندئ پرواز کی وجہ سے سورج موجود سامنے دکھائی دے رہا ہو، تو ایسے میں زمین کا غروب معتبر ہوگا یا طیارے کا؟

جواب: واضح رہے کہ روزے دار کو جب آفتاب نظر آرہا ہے تو افطار کرنے کی اجازت نہیں ہے، روزہ دار جہاں موجود ہو وہاں کا غروب معتبر ہے، پس اگر وہ دس ہزار فٹ کی بلندی پر ہو اور اس بلندی سے غروبِ آفتاب دکھائی دے تو روزہ افطار کر لینا چاہیے، باقی جس جگہ کی بلندی پر جہاز پرواز کر رہا ہے وہاں کی زمین پر غروب آفتاب ہو رہا ہو تو جہاز کے مسافر روزہ افطار نہیں کریں گے۔

# مولی

## مولی کے حیران کُن فوائد

● حکیم شمیم احمد

### تعارف

**مولی کو عربی میں فجل اور انگریزی میں Radish کہتے ہیں۔ اس کا نباتاتی نام RaphanusSativus ہے۔**

اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے مولی بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ جو زمانہ قدیم سے نہ صرف برصغیر بلکہ دنیا کے اکثر ممالک میں بکثرت استعمال کی جاتی ہے۔ مولی بطور غذا بھی استعمال کی جاتی ہے اور بطور دوا بھی۔ اس کی اہمیت ٗافادیت اور شفا بخشی مسلم ہے۔ پہاڑی علاقوں میں مولی بارہ مہینے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن میدانی اور شہری علاقوں میں یہ سبزی موسم سرما میں دستیاب ہوتی ہے۔ مختلف علاقوں اور آب و ہوا کے اختلاف سے مولی کے ذائقے ٗشکل و صورت قد و قامت اور وزن میں فرق ہوتا ہے۔ لیکن مولی کا گورا چٹا دودھ جیسا سفید رنگ عوام و خواص سب ہی کے لیے جاذب نظر اور پُر کشش ہے۔ سلاد کے طور پر مولی کسی بھی دستر خوان کی زینت کو چار چاند لگا دیتی ہے۔ کھانے کا لطف اور لذت دوبالا کر دیتی ہے۔ امیر ہوں یا غریب کچی مولی سب ہی بہت شوق سے کھاتے ہیں۔ مولی بھری روٹی ٗ مولی کی بھجیا ٗ مولی کے کباب ٗ مولی کا سالن پاکستانیوں کی مرغوب اور پسندیدہ ڈشیں ہیں۔ نمک مرچ اور مسالا لگا کر مولی نہایت ہی چٹ پٹی اور مزے دار ہو جاتی ہے۔ جسے بچے اور بڑے نہایت ہی ذوق و شوق سے کھاتے ہیں۔ مولی کی پھلیاں مونگرے کہلاتی ہیں۔ قیمے میں ان کا سالن نہایت ہی لذیذ بنتا ہے۔ مولی حیرت انگیز طور پر شفا بخش اثرات کی حامل ہے۔ بہت سے امراض کا ازالہ کرتی ہے۔ مولی کا مزاج بالفعل سرد ہے لیکن بالقوہ پہلے درجے میں گرم و خشک ہے۔ مولی بذات خود دیر ہضم اور نفاخ ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہاضم ہے ٗکاسر ریاح ہے۔ مدر بول ہے ٗ پیشاب کھل کر لاتی ہے۔ بواسیر کے لیے مفید ہے۔ مولی میں نمک ٗکالی مرچ لگا کر کھانے سے آواز صاف ہوتی ہے۔ دانتوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ خوراک ہضم ہو جاتی ہے۔ پیٹ کا درد رفع ہو جاتا ہے۔

### یرقان کے لیے بہت مفید نسخہ

مولی کے پتوں کے پانی دس تولے میں شکر سرخ بقدر ذائقہ ملا کر صبح نہار منہ پینے سے ہفتے عشرے میں یرقان کی بیماری دور ہو جاتی ہے۔ جس طرح کسی اچھے مسہل سے معدہ اور آنتیں دھل کر صاف ہو جاتی ہیں بالکل اسی طرح مولی کے پتوں کے پانی سے جگر اور پتے کی نالیاں ماساریقا ٗ گردے اور مثانے کی نالیاں حالبین وغیرہ دھل کر صاف ہو جاتی ہیں۔

”علامہ نجم الغنی صاحب فرماتے ہیں مولی یرقان کے لیے اس درجہ مفید ہے کہ اگر اس کے پتوں کا پانی نکال کر یرقان کے مریض کو سونگھا دیں تو چند بار کے سونگھنے سے ہی آرام ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ چکنی چیزوں ٗآلو ٗاروی ٗگوشت اور گرم مسالے وغیرہ سے پرہیز کرایا جائے۔“

### مولی: کئی امراض کا علاج

مولی کے پتے 5 تولے ٗ مصری 2 تولے ٗ سفید مرچ 5 دانے پانی میں پیس چھان کر صبح نہار منہ پینے سے مسوں کی خارش ٗ جلن اور درد رفع ہو جاتا ہے۔ گردے اور مثانے کی پتھری ٹوٹ کر خارج ہو جاتی ہے۔ مولی کے بیج پانی میں جوش دے کر چھان کر سکنجبین سرکہ ملا کر پینے سے کھل کے قے آجاتی ہے۔ جس سے تخمہ اور بدہضمی کی شکایت دور ہو جاتی ہے۔ معدہ ہر قسم کے زہریلے اور گندے مادوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ سرکے میں مولی کا اچار بنا کر کھانا ورم طحال (یعنی تلی کے ورم میں مفید ہے۔) پرانے دستوں کی شکایت میں رال سفید 3 ماشہ باریک پیس کر مولی سے لگا کر کھلائی جائے تو پہلے دن ہی میں افاقہ محسوس ہوتا ہے۔ تین دن میں مکمل فائدہ ہو جاتا ہے۔ غذا میں آش جو ٗ ساگودانہ ٗ دال مونگ کی کھچڑی ٗ گنڈیریاں اور سنگترے وغیرہ دینا چاہیے۔

## مولی کے بیج: پھلبہری میں اکسیر

مولی کے بیج تنہا پیس کر شہد میں ملا کر چہرے پر لگانے سے یا اُبٹن کی دوسری دواؤں میں شامل کر کے چہرے پر لگانے سے چہرے کے داغ دھبے سیاہی کی شکایت دور ہو جاتی ہے چہرے کا رنگ نکھر کر صاف ہو جاتا ہے۔ مرض پھلبہری میں مولی کے بیجوں سے بنا پیسٹ مفید ہوتا ہے۔ 35 گرام بیجوں کا سفوف بنا کر اس میں سرکہ ڈالنے سے مطلوبہ پیسٹ تیار ہو جائے گا۔ یہ پیسٹ پھلبہری کے سفید دھبوں پر لگانا چاہیے۔ جبکہ مولی کے بیجوں کا ایملشن (پانی کی مدد سے تیار کردہ) چہرے پر ملنے سے کالے تِل چھائیاں دور ہو جاتی ہیں۔ پیٹ کے کیڑوں کی ہلاکت کے لیے ان کا استعمال آزمودہ ہے۔

## مولی سے سیروں چربی ہضم

قدیم زمانے کا ذکر ہے : ایک شخص دنبے اور بکرے کی سیروں چربی کھا کر ہضم کر جایا کرتا تھا جس سے لوگ بہت حیران تھے۔ آخر ایک شخص نے معلوم کر ہی لیا کہ یہ شخص چربی وغیرہ کھانے کے بعد مولی کھا لیتا ہے۔ جس سے اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ چناں چہ اس نے اپنے گاؤں میں سے جتنی مولیاں تھیں، اپنے قبضے میں کر لیں اور پھر اس کو ایک سالم دنبے کی چربی کھانے پر کچھ انعام مقرر کر کے تمام چربی کھلا دی۔ چوں کہ اسے اپنے نسخے پر اعتماد تھا اس لیے وہ بلاخوف کھا گیا۔ کھانے کے بعد وہ مولیاں تلاش کرنے لگا مگر مولی نہ ملی، سخت گھبرایا اور بے قرار ہو گیا بالآخر اس کو مولی کے چند پتے مل گئے جن کو وہ کھا گیا۔ مگر پتوں کی مقدار بہت کم تھی اس لیے وہ جاں بر نہ ہو سکا۔ یہ حکایت اپنی جگہ۔ بہر کیف اس کو بڑے بڑے طبیب تسلیم کرتے ہیں کہ مولی ہاضم ہے مگر خود دیر ہضم ہے۔ چناں چہ مولی کو ہضم کرنے کے لیے ہمیشہ مولی کے پتوں کے ساتھ کھانا چاہیے۔

## مولی کا نمک بہت مفید، مگر بنتا کیسے ہے؟

مولی کا نمک بے شمار بیماریوں کے لیے مفید ہے۔ اس سے مراد وہ نمک مولی نہیں ہے جسے ریل گاڑیوں اور بسوں میں لوگ فروخت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں وہ تو محض فریب ہے۔ معلوم ہوا کہ نمک خوردنی کو پیس کر اس میں چند بوندیں تیزاب گندھک کی شامل کر دیتے ہیں۔ اس میں ایک رتی بھی مولی کا نمک نہیں ہوتا۔ اس لیے نمک مولی خود تیار کریں اور پھر اس کے فوائد ملاحظہ فرمائیں۔ چناں چہ مولی کا نمک بنانے کی ترکیب نوٹ فرما لیں :

**نسخہ :** بڑی بڑی تازہ تیار مولیوں کو پتوں سمیت اکھاڑ کر مٹی وغیرہ سے صاف کر لیں اور پھر کاٹ کر ٹکڑے بنا لیں اور دھوپ میں خشک ہونے کے لیے رکھ دیں تقریباً ایک مہینے بعد خشک ہوں گی۔ اب اس کو جلا کر راکھ کر لیں اور اس کا وزن کریں۔ راکھ سے آٹھ گنا زائد پانی ڈال کر کسی مٹی کے کونڈے وغیرہ میں بھگو دیں اور دن میں تین مرتبہ لکڑی سے ہلایا کریں۔ اس طرح تین دن تک یہ عمل کریں چوتھے روز پانی کو ہلائے بغیر آہستہ آہستہ اوپر سے نتھرا ہوا پانی اتار کر راکھ کو پھینک دیں اور پانی کو کسی قلعی دار برتن میں ڈال کر پکائیں۔ جوں جوں پانی خشک ہوتا جائے کناروں سے لگی ہوئی سفید سفید دوا کھرچ کر پکتے ہوئے پانی میں ڈالتے جائیں یہاں تک کے تمام پانی خشک ہو کر پیندے میں سفید سفید دوا ہی باقی رہ جائے۔ بس یہی مولی کا خالص نمک کہلاتا ہے۔ اس کو نکال کر ایک بوتل میں خوب مضبوط کارک لگا کر محفوظ کر لیں۔ ورنہ برسات کے موسم میں پانی پانی ہو جائے گا۔

## پتھری توڑنے کا موثر نسخہ

مولی کے پتوں کے پانی سے مختلف مرکبات اور کشتہ جات تیار کیے جاتے ہیں۔ کشتہ ابرک بخاروں میں نہایت مفید ثابت ہوتا ہے جب کہ مولی کے پانی میں کشتہ حجر الیہود بنایا جاتا ہے جو کہ گردے اور مثانے کی پتھری کو توڑنے اور درد گردہ کو رفع کرنے کے لیے موثر ترین دوا ہے۔

## بقیہ البطروس

افسوس ناک بات ہے ناں؟" عُروہ نے اُداس ہو کر کہا۔

"مِس! یہ انڈے بھی تو دیتے ہوں گے؟ ان کی نسل بڑھتی رہتی ہو گی؟"

"البطروس کی مادہ ایک سال میں صرف ایک ہی انڈا دیتی ہے۔"

"ایک سال میں صرف ایک انڈا۔" راضیہ نے مایوسی سے کہا۔ "پھر اس کی پرورش میں کتنا وقت لگتا ہے؟"

"اپنے بچے کی پرورش میں یہ ایک سال سے دو سال تک کا وقت لگاتے ہیں۔ اپنی چونچ سے بچے کو کھلاتے پلاتے ہیں۔" مس اسما بولیں۔

"ہم تو سمجھتے تھے بس یہی جانور اور پرندے ہیں، جیسے شیر، چیتا، ہاتھی، گھوڑا، طوطا، چڑیا، کبوتر وغیرہ، مگر اللہ تعالیٰ نے تو بے شمار ایسے جانور اور پرندے پیدا فرمائے ہیں، جن سے انسان ابھی کم کم ہی واقف ہیں۔" ہادیہ نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں، مگر اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے بارے میں جاننا چاہیے۔ اس نے اپنی قدرت سے کیا کیا پیدا کیا ہے کہ انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے۔"

مس اسما کی بات جاری تھی کہ پیریڈ ختم ہونے کی گھنٹی بج اٹھی اور وہ اپنی کتابیں سمیٹ کر جماعت سے باہر نکل گئیں اور طالبات یہ سوچ رہی تھیں کہ کاش ابھی پیریڈ مزید لمبا ہوتا اور وہ مس اسما سے مزید معلومات حاصل کرتی رہتیں۔

# ایک بار مجھ سے کہا ہوتا

امۃ اللہ

یہ میری محنت کی کمائی ہے، صبح سے شام تک محنت کر کے کماتی ہوں کوئی بھیک نہیں مانگتی۔ ارحہ ٹیکسی ڈرائیور سے لڑتی ہوئی بولی، جس نے ارحہ سے دس روپے زیادہ لے لیے تھے۔

ٹیکسی ڈرائیور ارحہ کو حیرت سے دیکھنے لگا گویا اسے اتنی معصوم نظر آنے والی لڑکی سے اس قسم کی گفتگو کی توقع نہ تھی۔ ارحہ نے اس کی حیرت بھانپ لی۔ اب ارحہ کو یہ احساس ہو رہا تھا کہ یہ سب باتیں ایک ڈرائیور ہی کر سکتا ہے، جو آج اس نے پریشانی کے عالم میں کہیں۔

ارحہ آگے کی جانب چل دی، اب یہاں سے اسے پیدل ہی چلنا تھا کیوں کہ آگے کا کرایہ اس کے پاس نہ تھا وہ آج اپنے کسی ایڈمیشن کے سلسلے میں فارم بھرنے جا رہی تھی۔

نہ جانے میری زندگی میں اتنی مشکلیں کیوں ہیں، اوروں کے ساتھ بھی مشکلیں دیکھی ہیں، مگر حل ہو جانے والی۔ آخر کیوں اتنی الجھنیں اور مصیبتیں میری جان کو لگی ہیں۔

بچپن موم ڈیڈ کے جھگڑوں میں گزرا اور اب جوانی کمانے اور دھکے کھانے میں گزر رہی ہے۔

نہ جانے کب راحتوں کے دن آئیں گے۔ اب تو شاید موت ہی سکون کا سبب بنے گی۔ مر بھی تو نہیں سکتی، موم کو دیکھ کر موت سے بھی ڈر جاتی ہوں۔ نہ جانے اب وہ کھوسٹ بڈھا کتنی رشوت پر راضی ہو گا اور مزید کتنے بد تمیز لوگوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آخر کس سے مدد طلب کروں؟ کوئی رہنما نہ رہبر۔

ارحہ غموں کے جوش مارتے دریا کی لہروں کے سنگ بہتی چلی جا رہی تھی۔ عین سڑک کے درمیان چلتی ہوئی ارحہ کو ٹریفک کی گھمسان گاڑیوں کی ذرا فکر نہ تھی گویا وہ آج گھر سے مرنے کے ارادے سے نکلی ہو، اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے جاری تھے اور دل مضطرب۔۔۔!

اچانک ایک بائیک والے نے اسے ٹکر ماردی اور بغیر توجہ دیے تیزی سے آگے نکل گیا۔ ارحہ کا بیگ اور اس کی چیزیں بکھر گئیں، وہ نیم بے ہوشی کے عالم میں مدد طلب کرنے اور اپنا سامان سمیٹنے لگی، اسے اپنے بیگ کی بہت فکر تھی، جس میں اس کی فیس کے پیسے تھے، جو اس نے بڑی محنت و مشقت سے پارٹ ٹائم کام کر کے کمائے تھے۔

ابھی وہ خود کو سنبھالتی بیگ تھامتی کھڑی ہوئی ہی تھی کہ اس کی تھکن سے چور پیشانی سے خون کا فوارا پھوٹ پڑا اور وہ چکر کھا کر گر گئی، اس کی آنکھوں کے گرد اندھیرا چھا گیا، اسے یوں لگا جیسے سب کچھ ختم ہو گیا۔ لوگوں سے مدد طلب کرتی ارحہ رحم کی بھیک مانگنے لگی مگر یوں لگا جیسے زمانے کی آنکھ میں اس کے لیے رحم ختم ہو چکا ہے۔ ہر شخص اس کی بے چارگی سے نگاہیں چراتا ہوا گزر جاتا اور کسی کے دل پر اس کا بہتا خون دستک نہ دے سکا۔

در حقیقت ہم اس وقت اداسیوں کی دَلدَل میں جا گرتے ہیں، جب اللہ سے امیدوں کا آخری آسرا کمزور پڑنے لگتا ہے اور آلام و مصائب جو نہ حل ہونے والے ہوں ہمیں اس وقت گھیرتے ہیں جب ہم اللہ سے دور ہونے لگتے ہیں۔ اور اس سے مدد مانگنا چھوڑتے ہیں اسی وقت مادیات پر نظر اٹھنے لگتی ہے پھر شکوے شکایت کرنے لگتے ہیں۔ انسان اس وقت آپے سے باہر ہوتا ہے، جب رب کی رحمت کا دامن چھوڑتا اور اس سے خیر کی دعائیں کرنا بھولتا ہے۔ پیسا، دولت، شہرت ہی سب کچھ نہیں ہوتا بلکہ یقین، ایمان، معرفت اور رب سے رابطہ بہت بڑی دولت ہے۔

ارحہ اپنے ارد گرد کے سوا کچھ نہیں دیکھ پا رہی تھی چاروں جانب سے ٹریفک کی منتشر آوازیں اس کی سماعت سے ٹکرا کر کہیں کھو جا رہی تھیں۔

غنودگی اور ادھی کھلی آنکھیں کسی کی منتظر تھیں، پھر اک لرزتی ہوئی آہ! ارحہ کے سینے سے نکلی اور سامنے سے بلیک کار اسے اپنی جانب آتی نظر آئی۔ کار میں سے ایک باحجاب خاتون نکلیں اور فوراً ارحہ کو اپنی بانہوں میں اُٹھالیا۔ بیٹی آپ کا نام کیا ہے؟ اُف! کتنا خون بہ چکا ہے، آپ کچھ تو بولیں!

چند سوالات دہراتی وہ خاتون مسلسل ارحہ کے لیے فکر مند تھیں، ڈرائیور سے رفتار تیز کرنے کو کہا۔

اللہ اس لڑکی کو زندگی دینا۔۔۔۔ بیٹی آپ کچھ۔۔۔!

اتنی ساری آوازوں نے آج ارحہ کی سماعت کو گھیر لیا، مگر وہ آج سب سے بے خبر ہو کر اس کی آہ کا جواب دینے والی آواز کو سن رہی تھی۔

یہ حقیقت یہ ہے کہ بندے رب کو بھول جاتے ہیں مگر رب اپنے بندوں کو نہیں بھولتا۔ وہ آج سن رہی تھی اپنے رب کریم کی آواز۔۔۔۔۔ جو اُس کی دل کی دھڑکنوں میں گونج رہی تھی۔

میری بندی اتنی حیران و سرگرداں پھر رہی تھی، میری مخلوق سے مدد طلب کر رہی تھی، میں تیرے پاس ہی تو تھا اک جاں سے بھی زیادہ قریب تیرے سارے کام بنا دیتا ۔۔۔۔۔ بس!! ایک بار مجھ سے تو کہا ہوتا۔۔۔۔!!!

# چور راستے

قرۃ العین ہاشمی

"امی! کل رات چاچو نے عمیر کو سائیکل لے کر دینے کا وعدہ کیا ہے!" کامران نے صبح اٹھتے ہی ماں کو رپورٹ پیش کی۔

"اچھا اور کیا کہہ رہا تھے؟" کامران کی امی نے تجسّس سے سوال کیا۔

"پہلے آپ مجھے سو روپیا دیں! پھر بتاوں گا!" دس سالہ کامران نے چالاکی سے کہا۔

"شرم نہیں آتی ماں کو بلیک میل کرتے ہو!" امی نے اسے گھورا مگر پھر جلدی سے سر ہلا دیا۔

"اچھا دے دوں گی تم پوری بات تو بتاو!" کامران جلدی سے ماں کو چاچو اور عمیر کے درمیان ہوئی ساری باتیں بتانے لگا۔

"شاباش!" امی نے سو روپیا کامران کو دیتے ہوئے کہا۔

کامران پیسے لے کر خوشی خوشی وہاں سے چلا گیا۔ کامران ایک بڑے سے گھر میں جوائنٹ فیملی میں رہتا تھا۔ دوسرے گھرانوں کی طرح، اس گھر میں بھی سسرالی رشتوں میں بہت اتار چڑھاؤ تھا۔ جس کا واضح اثر بچوں کی تربیت پر پڑ رہا تھا مگر گھر کے بڑوں کو اس بات کا احساس بالکل بھی نہیں تھا۔ کامران کی طرح گھر کے دوسرے بچے بھی اِدھر اُدھر سے باتیں سنتے اور اس کی رپورٹ اپنے بڑوں کو پیش کرتے۔ بڑوں کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے بچوں میں یہ عادت بہت پختہ ہوگئی تھی۔ اس وجہ سے گھر میں اکثر لڑائی بھی رہتی تھی۔

"امی! ہم چھٹیوں میں نانو کے گھر جائیں گے؟" کامران نے ماں سے پوچھا۔ "ہاں کیوں نہیں! پورا ایک مہینا رہ کر آئیں گے!" کامران کی ماں نے فخر سے کہا۔ کچھ دنوں کے بعد کامران اپنی ماں اور چھوٹے بھائی بہنوں کے ساتھ گرمیوں کی چھٹیاں گزارنے نانو کے گھر چلے گیا۔ شروع کے کچھ دن بہت اچھے گزرے۔ تینوں ماموؤں کے بچے کچھ اس سے بڑے تھے، کچھ چھوٹے اور کچھ ہم عمر! کامران کو یہاں آکر بہت مزہ آرہا تھا۔ نانو کے گھر کے پاس بڑا سا باغ تھا۔ جہاں وہ لوگ اکثر کھیلنے چلے جاتے تھے۔

"امی آپ کو پتا ہے فرح مامی، کل چاول زیادہ بنانے پر ملازمہ کو ڈانٹ رہی تھیں" کامران نے عادت کے مطابق ماں کو اس گھر کی بھی رپورٹ پیش کی تھی۔ "اچھا! کیا کہہ رہی تھی؟" امی نے جلدی سے پوچھا۔

"وہ کہہ رہی تھیں کہ مہمان تو ابھی کئی دن یہاں رہیں گے! روز اتنے چاول بنانے کی کیا ضرورت ہے!" کامران نے ساری

بات بتائی تو اس کی امی منہ بنا کر نانو امی سے بات کرنے چلی گئیں۔

"اماں! کیا آپ کو میرا یا میرے بچوں کا یہاں آنا پسند نہیں ہے؟" کامران کی امی نے شکوہ کیا۔ نانو امی تسبیح پڑھتے ہوئے رک گئیں۔

"کیا ہوا بیٹی؟" نانو امی نے حیرت سے سوال کیا۔

"آپ کی بہو صاحبہ مجھ پر اور میرے بچوں کے کھانے پینے پر اعتراض کر رہی ہیں!" کامران کی امی نے کہتے ہوئے ساری بات بتائی۔ نانو امی غور سے سنتی رہی۔

"کامران کو بلاؤ!" نانو امی نے سخت لہجے میں کہا۔

"کامران کو کیوں؟" امی نے حیرت سے سوال کیا۔

"بلاؤ اسے!" نانو امی نے حکم دیا تو وہ کامران کو بلانے چلی گئیں۔ کچھ دیر کے بعد دونوں ماں بیٹے کمرے میں داخل ہوئے۔

"کامران یہاں آؤ!" نانو امی نے حکم دیا۔

"جی نانو!" کامران نے پاس آکر معصومیت سے کہا۔

"کیا تم نے آج چھپ کر باتیں سنی ہیں؟" نانو امی نے سخت انداز میں پوچھا تو کامران نے ڈر کر اپنی ماں کی طرف دیکھا۔

"جی نانو!" کامران نے سر جھکا کر اعتراف کیا۔ "کیوں؟" نانو امی نے سختی سے پوچھا

کچھ دنوں کے بعد جب چھٹیاں گزار کر وہ سب واپس آئے تو ان لوگوں میں ایک واضح تبدیلی آچکی تھی۔ کامران کی امی دوسروں کی ٹوہ میں رہنے کی بجائے، اپنے کام سے کام رکھتی تھیں اور یہی سبق وہ اپنے سب بچوں کو دیتی تھیں۔

"میں ہمیشہ سنتا ہوں!" کامران نے حیرانی سے کہا۔

"کس لیے؟" نانو امی نے سوال کیا۔

"امی کو بتانے کے لیے! امی ہمیشہ کہتی ہیں: سب کی باتیں سن کر آیا کرو!" کامران نے سادگی سے کہا تو نانو امی نے افسوس بھری نگاہ شرمندہ کھڑی اپنی بیٹی پر ڈالی۔

"ادھر بیٹھو میرے پاس!" نانو امی نے نرمی سے کامران کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھایا۔ "بیٹا! کیا آپ پسند کرو گے کہ کوئی آپ کے گھر میں چور راستے سے داخل ہو! اور گھر کے سارے راز جان کر کسی اور کو بتادے!" نانی امی نے سوال کیا۔

"کبھی بھی نہیں!" کامران نے جلدی سے کہا۔

"بیٹا اس طرح کوئی بھی پسند نہیں کرتا کہ آپ اس کی باتیں کان لگا کر سنو!" نانو امی نے نرمی سے سمجھایا۔

"مگر نانو دوسرے بھی تو ہماری باتیں سنتے ہیں ناں!" کامران نے سوچتے ہوئے سوال کیا۔ "بیٹا! اگر دوسرے بھی ایسا کرتے ہیں تو یہ بہت غلط بات ہے بلکہ اس کا بہت گناہ ہے! ایک حدیث شریف ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص دوسرے لوگوں کی بات سننے کے لیے کان لگائے، جو اسے پسند نہیں کرتے یا اس سے بھاگتے ہیں تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسا پگھلا کر ڈالا جائے گا۔" (صحیح بخاری 2407)

اب تم خود بتاؤ! کیا تم چاہو گے کہ تمہارے کانوں میں گرم گرم سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے!" نانو امی نے سوال کیا تو کامران کے چہرے پر خوف کا تاثر تھا اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی کان لگا کر کسی کی باتیں نہیں سنوں گا!" کامران نے عہد کیا تو نانو امی نے اسے شاباش دی۔ پھر وہ خاموش کھڑی اپنی بیٹی کی طرف دیکھنے لگیں۔

"امی! میرے سسرال میں یہ عادت بہت پختہ ہے اس لیے۔!" کامران کی امی نے جلدی سے سارا ملبہ اپنے سسرال پر ڈال دیا۔ نانو امی افسوس بھری نگاہ سے دیکھتی رہیں: "مگر بیٹی! میں نے تمہاری ایسی تربیت تو نہیں کی تھی! اگر تمہارے سسرال کا ماحول ایسا تھا بھی تو تمہیں چاہیے تھا کہ تم اپنی اچھی تربیت اور عادتوں سے تبدیلی لانے کی کوشش کرتیں، مگر تم تو اپنی نسل ہی خراب کر رہی ہو!" نانو امی نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"امی۔۔! وہ۔۔۔!" کامران کی امی کو سمجھ نہیں آئی کہ ماں سے کیا کہے۔

"بیٹی! تم جانتی ہو کہ میرے اس گھر میں کسی کو ایسی حرکت کرنے کی اجازت نہیں اور نہ ہی ایسی عادت یہاں کے بچوں میں ہے!" نانو امی نے کہا تو کامران نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا۔

"جی نانو امی! اگر میں ان کے سامنے ایسی کوئی حرکت کروں تو وہ سب مجھے منع کرتے ہیں!" کامران نے کہا تو نانو امی نے فخریہ انداز میں شرمندہ چہرے کے ساتھ کھڑی بیٹی کی طرف دیکھا۔

"اور ہاں! فرح بہو کو میں نے ہی کہا تھا کہ کل سے چاول کم پکوائے! کیوں کہ چاول روز ہی بنتے ہیں اور سب لوگ تازہ چاول کھانا پسند کرتے ہیں! اس لیے جتنی ضرورت ہو، اتنے ہی پکائے!" نانو امی نے تفصیل سے آگاہ کیا تو امی شرمندہ ہو کر رہ گئیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص دوسرے لوگوں کی بات سننے کے لیے کان لگائے، جو اسے پسند نہیں کرتے یا اس سے بھاگتے ہیں تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسا پگھلا کر ڈالا جائے گا۔" صحیح بخاری

"امی مجھے معاف کر دیں! مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے!" کامران کی امی نے کہا تو نانو امی نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا تھا۔

کامران نے بہت غور سے پہلے اپنی ماں اور پھر نانو امی کی طرف دیکھا۔ اس کے ننھے سے ذہن میں یہ بات بہت اچھی طرح سے بیٹھ گئی تھی کہ کان لگا کر دوسروں کی باتیں سننا ایک برا عمل ہے۔ جس پر گناہ بھی ملتا ہے اور روز قیامت سزا بھی!! کچھ دنوں کے بعد جب چھٹیاں گزار کر وہ سب واپس آئے تو ان لوگوں میں ایک واضح تبدیلی آچکی تھی۔ کامران کی امی دوسروں کی ٹوہ میں رہنے کی بجائے، اپنے کام سے کام رکھتی تھیں اور یہی سبق وہ اپنے سب بچوں کو دیتی تھیں۔

اب کامران بھی پہلے کی طرح کان لگا کر دوسروں کی باتیں نہیں سنتا تھا اور نہ کسی کی بات یہاں سے وہاں کرتا، کیوں کہ کامران کے ذہن میں ایک ہی خوف بیٹھ گیا کہ اگر قیامت کے دن اس کے کانوں میں بھی۔! اس سے آگے وہ نہیں سوچتا تھا! یہ ڈر ہی اسے چور راستوں پر جانے سے روک دیتا تھا!

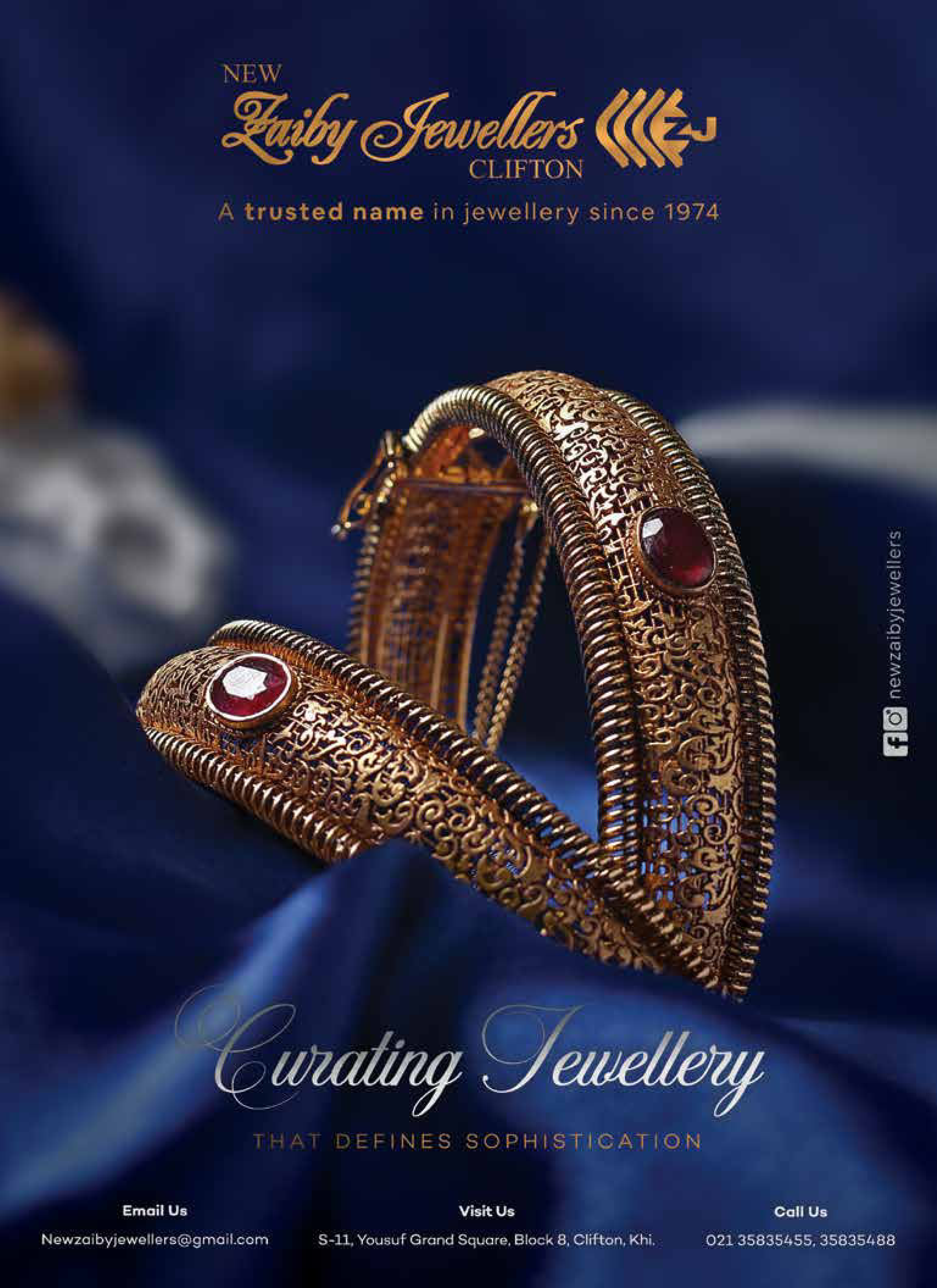
NEW
Zaiby Jewellers
CLIFTON
Z-J
A trusted name in jewellery since 1974
newzaibyjewellers
Curating Jewellery
THAT DEFINES SOPHISTICATION
Email Us
Newzaibyjewellers@gmail.com
Visit Us
S-11, Yousuf Grand Square, Block 8, Clifton, Khi.
Call Us
021 35835455, 35835488

# گمان

انعم توصیف

غصہ، بے بسی، چڑچڑاہٹ اس کے چہرے سے عیاں تھی۔ اس کا ایک فی صد بھی دل نہیں کر رہا تھا کہ وہ آج شام اپنی کزن کی شادی میں شرکت کرے۔ تقریباً سال بھر سے اس نے ایسی سبھی تقریبات میں جانا ترک کر دیا تھا۔
اور بھئی شادی کب کر رہی ہو؟"
"کوئی رشتہ آیا تمہارا؟"
اس طرح کے ان گنت سوالات اس سے کیے جاتے تھے۔ کچھ لوگ براہ راست یہ سوال نہیں کرتے تھے لیکن ان کی نگاہیں اسے یہ سوچنے پہ مجبور کر دیتی

تھیں کہ کیا واقعی وہ کوئی بوجھ ہے جو اس کے والدین کے سر سے اترنے کا نام ہی نہیں لے رہا؟ لوگوں کے رویے نے 26 برس کی عمر میں اسے چالیس برس کا محسوس کروانا شروع کر دیا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ اس کے رشتے نہیں آتے تھے۔ رشتے تو بہت آتے لیکن کوئی اس کے والدین کو نہ بھاتا تو کبھی وہ کسی کے معیار پہ پوری نہ اترتی۔ خوب صورت، خوب سیرت ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک اچھی لکھاری بھی تھی۔ لیکن ہر وقت کی اس فکر نے اس کی صلاحیتوں پر بھی منفی اثر ڈالا تھا اس کا دل ہر چیز سے جیسے بے زار ہو گیا تھا۔ وہ اپنے رب پہ بھروسا رکھنے والی اپنی ماں کو اپنے لیے پریشان دیکھ کر ٹوٹ جاتی تھی۔ اس کی تحریریں لوگوں کے دل بدل دیا کرتی تھیں لیکن اپنے قلم سے وہ کوئی ایسا لفظ لکھ ہی نہ پاتی جس سے ماں کا دل بھی مطمئن ہو جائے۔ جس کو پڑھ کر اس کی ماں پر سکون ہو جائے اور سمجھ جائے کہ رب کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ ان کی فکر بھی بجا تھی۔ وہ ماں تھیں لوگوں کی باتیں ان کو فکر مند کر دیا کر دیتی تھیں لیکن وہ دعا کے سوا کر بھی کیا سکتی تھیں
آج بھی اس کی امی نے اسے اپنے ساتھ چلنے کے لیے بڑی مشکل سے راضی کیا

تھا۔ سب سے زیادہ خوف اسے عظمی خالہ سے آتا تھا۔ وہ اس کی امی کی دور کی کزن تھیں۔ اس کو دیکھتے ہی ابھی تک شادی نہ ہونے پر طنز کرنا تو گویا ان کے ذمے لازم ہوتا اور ساتھ اپنی بیٹی نائلہ کی کم عمری میں ہو جانے والی شادی اور خوش گوار زندگی کا تذکرہ کر کے اس کو کم نصیبی کا احساس دلانا ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ اتفاق سے کئی مہینوں سے ان سے نائلہ رابطہ نہ ہو سکا تھا لیکن آج ان کی وہاں موجودگی یقینی تھی۔
وہ ہال میں ڈھونڈ کر ایسی جگہ بیٹھی تھی جہاں زیادہ لوگوں سے اس کا سامنا نہ ہو۔ امی اپنے رشتے داروں سے ملنے میں مصروف تھیں۔ اچانک ہی جس بات کا اسے ڈر تھا وہی ہوا، عظمی خالہ اس کی امی کے ساتھ اس کے سامنے آکھڑی ہوئی تھیں۔ سلام دعا کے بعد اس کو یقین تھا کہ بس اب اس کی قسمت پہ نشتر چلنے ہی والے ہیں لیکن یہ کیا؟؟
آج خلاف توقع جو الفاظ خالہ کی زبان سے ادا ہو رہے تھے وہ اس کو حیرت زدہ کر رہے تھے۔ "اللہ نصیب اچھا کرے تمہارا۔ دیر آئے اور درست آئے والا معاملہ ہو۔ بس پروین کبھی بھی بچیوں کے رشتے بنا چھان بین کے جلد بازی میں نہ کرنا۔ بن بیاہی بچیاں تو برداشت ہو جاتی ہیں لیکن بیاہنے کے بعد بیٹی کے جو قدم ماں باپ کی دہلیز کی جانب واپس پلٹتے ہیں اس کا درد نا قابل برداشت ہوتا ہے۔" ان کا آنسوؤں میں ڈوبا لہجہ کوئی اور ہی کہانی سنا رہا تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر بیٹھی سادہ سے کپڑوں میں بنا میک اپ کے ایک لڑکی جس کو دیکھ کر کافی دیر سے اسے نائلہ کا گمان ہو رہا تھا وہ واقعی نائلہ ہی تھی۔ اس کے گمان کی تصدیق خالہ کی باتوں نے کر دی تھی۔

# فتنہ

عائشہ تنویر

''بیبو' بیبو''کتاب پر سر رکھے سوتی بیبو کو بیا نے جھنجھوڑا تھا۔

''آں۔۔آں۔۔۔کیا ہوا؟''

وہ ایک دم سیدھی ہو کر بیٹھی تھی۔اس کے انداز پر طٰہٰ اور ہادی کی ہنسی چھوٹی تھی جب کہ بیا نے چڑنے کی بجائے ضبط سے اسے بتایا تھا۔

''کل تمہارا اردو املا ہے۔اٹھ کر تیاری کرو۔''

''تو میں یاد ہی تو کر رہی ہوں۔''

اس نے کتاب پر نظریں گاڑتے جلدی سے کہا۔بیا سر ہلا کر رہ گئی۔بیبو کو کچھ کہنا بے کار تھا۔اس کا رونا بہت جلدی اتنے بلند سُروں میں شروع ہوتا کہ ڈانٹنے والا شرمندہ ہو کر رہ جاتا۔

وہ سب پڑھنے کے لیے بیٹھے تھے۔یوں تو سب خود ہی پڑھ لیتے مگر بیبو کو مدد کی ضرورت پڑتی۔ان سب کا کام ہو گیا تھا۔امی ابھی بیا کو بیبو کا املا لینے کی تاکید کرتے باورچی خانے کی طرف گئی تھیں اور بیبو صاحبہ حسب عادت نیند کی وادی میں اتر گئیں۔امی کے جاتے ہی طٰہٰ اور ہادی بھی کتابیں سمیٹنے لگے تھے۔

''تم دونوں نے اپنا سائنس کا ٹیسٹ یاد کر لیا۔''

بیا نے انہیں ہنستے دیکھا تو اپنے مزاج کی برہمی ان پر اتاری۔

''سب آتا ہے ہمیں۔''

طٰہٰ نے بے نیازی سے جواب دیا۔

''اچھا تو مجھے بتاؤ' انسانی جسم میں کتنی ہڈیاں ہوتی ہیں۔''

''جتنی بھی ہوں' ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔آم کھاؤ' پیڑ نہ گنو۔''

ہادی نے شرارت سے اردو میں پڑھے محاورے کا استعمال کیا۔

''تمہارے ابو کو بتاتی ہوں آج میں کہ یہ نہ خود پڑھتا ہے' نہ ہمیں پڑھنے دیتا ہے۔''

بیا نے غصے سے دھمکایا تو طٰہٰ فوراً بولا

''دو سوچھ ہوتی ہیں۔تم تو فوراً ناراض ہو جاتی ہو۔''

اسے معلوم تھا کہ یوں تو بیا ان سے محض ایک جماعت ہی آگے تھی مگر اسے بڑا بننے کا بہت شوق تھا۔ایسے مذاق پر جلد ہی برا مان جایا کرتی۔

''مجھے بھی یاد ہے۔تم چاہو تو ہمارا ٹیسٹ لے لینا۔ہم عصر کی نماز پڑھ آئیں' جماعت کھڑی ہو جائے گی۔''

ہادی نے جلدی سے کہتے وہاں سے نکلنے کا راستہ نکالا۔

''اذان سے پہلے نہیں ہوتی ہے جماعت۔ٹیسٹ دو۔پھر جانا۔''

بیا نے حکم جاری کیا تو وہ دونوں طوعاً و کرہاً کاپی کھول کر بیٹھے۔

''تم بھی املا دو بیبو۔''

وہ بیبو کی طرف مڑی۔''جی آپی۔''

وہ پینسل سنبھال کر بیٹھی۔

''بابا کو آم دو۔''بیا نے جملہ پڑھا۔

''بابا تو آفس گئے ہیں۔''بیبو نے آنکھیں پٹپٹائیں۔

''لکھو بھئی۔یہ کاپی پر لکھو۔''بیا نے گھورا تو وہ جلدی سے لکھنے لگی۔

''بابا کو۔۔کیا دینا تھا۔''وہ لکھتے لکھتے رکی۔

''آم' آم دو' بابا کو آم دو۔''بیا نے صبر سے جملہ دہرایا۔

بیبو نے فرماں برداری سے سر ہلا کر کاپی میں لکھ لیا۔

''اب لکھو' بانو کو باجا دو۔''

''میں اپنا باجا کسی کو نہیں لینے دوں گی۔''اس نے سر اٹھا کر اعلان کیا۔

''وہ تمہارا باجا نہیں ہے۔''بیا نے معاملہ بڑھنے سے روکا۔

''مگر بیبو کو بھی تو کچھ دیں نا۔''بیبو نے فرمائش کی' بیا اسے دیکھ کر رہ گئی۔

طٰہٰ اور ہادی اپنا ٹیسٹ دے کر بیا کو بیبو کے ساتھ سر کھپاتے چھوڑ کر اٹھ آئے تھے۔

◆◆◆

باتیں کرتے وہ علاقے کی مسجد تک پہنچ گئے۔نماز کے بعد وہ واپس آ رہے تھے جب انہیں اپنا ہم عمر ایک لڑکا گلی میں فٹ بال سے کھیلتا نظر آیا۔فٹ بال اڑتی ہوئی ہادی کے سامنے آئی۔اس نے فٹ بال کو زور سے کک کیا اور یوں کھیل شروع ہو گیا۔کافی دیر وہ تینوں کھیلتے رہے' جب تھک کر بیٹھے تو تعارف کا خیال آیا۔

''میں عالیان ہوں۔یہاں سامنے والے گھر میں شفٹ ہوا ہوں۔''

اس بچے کے مسکرا کر کہنے پر انہوں نے بھی اپنا تعارف کروایا تھا۔

''آؤ' میں تمہیں اپنی امی سے ملواؤں۔''وہ انہیں لے کر اپنے گھر کی طرف گیا۔اس کی امی نے انہیں اندر بیٹھنے کی دعوت دی تھی۔

''نہیں آنٹی' مغرب کی اذان ہونے والی ہے۔ہم نماز پڑھ کر گھر جائیں گے۔''طٰہٰ نے معذرت کرتے ہوئے عالیان کو مخاطب کیا۔

''آؤ تم بھی ہمارے ساتھ مسجد چلو۔''

''آپ دونوں جاؤ' یہ گھر میں پڑھ لے گا۔''

آنٹی کے کہنے پر وہ باہر نکل آئے۔ نماز کے بعد ہادی تو اپنا بیگ لے کر اپنے گھر چلا گیا جبکہ طٰہٰ امی کو عالیان کے بارے میں بتانے لگا۔

''آپ کو یوں کسی اجنبی گھر کے اندر نہیں جانا چاہیے تھا طٰہٰ۔''

امی نے تنبیہ کی۔

''کیوں امی؟ ہادی بھی تو ہمارے گھر آتا ہے۔ عالیان بھی اب ہمارا دوست ہی بن گیا ہے۔''

طٰہٰ نے تعجب سے کہا۔

''کیوں کا کیا سوال' جب میں کہہ رہی ہوں۔''

امی نے اسے گھورا پھر سمجھانے والے انداز میں بولیں۔

''ہر گھر کا الگ ماحول ہوتا ہے طٰہٰ۔ ہادی کی امی نہیں ہیں' وہ سارا دن گھر میں اکیلا ہوتا ہے۔ پھر بھی اس کے ابو نے آپ کے ابو سے مل کر تسلی کی کہ اسے یہاں آنا چاہیے یا نہیں۔''

طٰہٰ قدرے افسردہ ہو گیا۔ ہادی کے اکیلے پن کے بارے میں جان کر وہ تینوں بہن بھائی بہت اداس ہو گئے تھے۔ اسے اچھا' برا سمجھانے والی امی نہیں تھیں شاید اسی لیے وہ باہر گھومتا تھا۔

''اوکے امی۔ پھر آپ ان سے مل آیئے گا۔ مجھے تو عالیان کے ساتھ کھیل کر مزا آیا۔ وہ بہت اچھی فٹ بال کھیلتا ہے۔''

اس کے سعادت مند مگر پرجوش انداز پر امی مسکرا دی تھیں۔

◆◆◆

کافی دن گزر گئے' امی عالیان کے گھر گئیں نہ وہاں سے کوئی آیا۔ گلی میں وہ تینوں اکثر کھیل لیتے مگر ایک بات ہادی اور طٰہٰ نے نوٹ کی کہ عالیان ان کے ساتھ کبھی مسجد میں نہیں جاتا تھا۔

وہ دونوں یہ بات آپس میں کر ہی رہے تھے کہ بیا نے سن لیا۔

''تم لوگ کیسے دوست ہو' تمہیں اپنے دوست کو نیکی کا راستہ دکھانا چاہیے۔ اگر وہ نماز نہیں پڑھتا تو اصرار کرلو۔ تمہیں بھی ثواب ملے گا اور اسے عادت بھی ہو جائے گی۔''

بیا نے حسب عادت نصیحت کی۔ بات ان کے دل کو لگی تھی۔

اسی دن شام میں مسجد میں جاتے ہوئے انہوں نے عالیان کو اپنے ساتھ چلنے کا کہا۔

''میں گھر میں نماز پڑھ لوں گا۔''

اس نے منع کیا۔

''مسجد کے پاس ہوتے ہوئے گھر میں کیوں؟''

بیا کی باتوں کا اثر تازہ تھا' اسی لیے ہادی نے فوری سوال داغا۔

''یہ ہماری مسجد نہیں ہے نا۔''

اس کے جواب پر ان دونوں کے منہ کھل گئے۔

''تمہاری مسجد۔۔۔ مسلمان کسی بھی مسجد میں جا سکتے ہیں' تم مسلمان نہیں ہو؟'' وہ الجھے۔

''میں مسلمان ہوں' تم لوگ نہیں ہو' اصل میں ہم قادیانی ہی مسلمان ہیں۔''

اس کی بات پر ہادی کا دماغ گرم ہونے لگا۔ وہ دونوں قادیانیت کے فتنے سے قدرے واقف تھے۔

''کیا فضول بول رہے ہو۔ تم نے ہمیں پہلے کیوں نہیں بتایا۔ تم لوگ ختم نبوت کے منکر۔۔۔ تم کیسے مسلمان ہو سکتے ہو۔''

غصے سے اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا بولے۔ طٰہٰ نے بمشکل اسے پیچھے رکھا۔

''تمہیں کس نے کہا کہ ہم ختم نبوت کو نہیں مانتے ہیں۔ ہم تو محمد مصطفیٰ کو آخری نبی مانتے ہیں۔ تم میرے گھر چلو' میں تمہیں اپنی کتابیں دکھاتا ہوں۔''

اس نے ہادی کے غصے کے باوجود آرام سے جواب دیا تھا۔ طٰہٰ نے فوراً بات ختم کی۔

''نہیں' ہمیں کہیں نہیں جانا' ہماری نماز کو دیر ہو رہی ہے۔''

نماز پڑھ کر وہ دونوں سیدھے گھر آئے تھے۔ ہادی نے عالیان کے گھر جانا بھی چاہا تو طٰہٰ نے امی کا نام لے کر منع کر دیا۔ گھر جا کر امی کو ساری بات بتائی تو وہ صدمے میں آ گئیں۔

''افففف' تم لوگ قادیانی سے دوستی کرتے رہے۔'' انہوں نے تاسف سے کہا۔

''آنٹی میں تو اس کے گھر جانا چاہتا تھا کہ اسے صحیح سے جواب دوں مگر طٰہٰ نے جانے نہیں دیا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ ہم آخری نبی کو مانتے ہیں۔'' ہادی نے کہا

''اچھا کیا بیٹا۔ تم لوگ ابھی چھوٹے ہو' تمہیں مکمل معلومات نہیں' وہ غلط باتیں تمہارے ذہن میں ڈال کر تمہارا ایمان خراب کرتے۔ یاد رکھو' اللہ ایک ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے آخری رسول ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ سلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا گیا ہے یہ بات قرآن مجید میں موجود ہے اور وہ دوبارہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بن کر آئیں گے۔ ہمیں قرآن پر پورا یقین ہے۔ تم وہاں جاتے وہ تمہیں حضرت عیسیٰ کی وفات کی بات میں الجھا کر شیطان کو وسوسے ڈالنے کا موقع دیتے۔ یاد رکھو' تم لوگوں نے کسی سے الجھنے کی بجائے اپنا ایمان مضبوط رکھنا ہے۔''

امی نے انہیں بنیادی باتیں یاد کروائیں۔

''آنٹی دوسروں کو اچھی بات بتانی چاہیے نا۔ پھر ہم عالیان کو تبلیغ کیوں نہ کریں۔''

ہادی کو بیا کی آج کی نصیحت یاد آئی۔

''بیٹا تبلیغ کا فرض بڑے ادا کرلیں گے۔ تم ابھی چھوٹے ہو۔ تم ان سے بات کرو گے تو وہ سچ میں جھوٹ کو ملا کر یوں پیش کریں گے کہ تمہاری سوچ پراگندہ ہو گی۔ یہ دین پر ڈاکا ڈالنے والے لوگ فتنہ ہیں اور فتنے سے فاصلہ بہتر ہے۔ اس لیے اب سے عالیان آپ لوگوں کا دوست نہیں۔ اوکے؟''

امی نے اس کی عمر کے حساب سے آسان الفاظ میں سمجھا کر بات ختم کی۔ ان سب نے سر ہلا دیا تھا۔ انہیں امی کی بات سمجھ آ گئی تھی۔ ہر جان پہچان والا دوست نہیں ہوتا۔ انہیں آئندہ بھی کسی سے دوستی کرتے یا اس کے گھر جاتے ہوئے محتاط رہنے کا سبق مل گیا تھا۔

"واہ...!! میری بیگم تو ایک اشارے پر آ گئی۔" بلال نے سارہ کو چھیڑا۔

"بس! کبھی غرور نہیں کیا۔" سارہ نے تعریف وصولی تو بلال مسکرا دیا۔

◆◆◆

آج وہ بلال کے ساتھ مدرسے آ رہی تھی۔ معلمات سے بات کر لی تھی۔ اگرچہ آدھا سال گزر گیا تھا، مگر وہ اچھی طالبہ تھی اس لیے اسے پڑھائی جاری رکھنے کی اجازت مل گئی تھی۔

"او کے بلال! پھر میں آ جاؤں گی خود واپس۔" سارہ نے کہا۔ اسے معلوم تھا کہ بلال کا آفس دور تھا یہاں سے۔ "کیسے آؤ گی...؟" بلال نے پوچھا۔

"پبلک ٹرانسپورٹ۔" سارہ نے مختصر سا جواب دیا۔ اسے مدرسے جانے کا جوش ہی اتنا تھا۔

"سنو! میں 1:15 تک آؤں گا۔ تم نماز یہیں پڑھ لینا۔" اس کی چھٹی ایک بجے ہوتی تھی۔

"یہ شخص بھی نا...!!" سارہ نے دور جاتی گاڑی کو دیکھ کر کہا۔

سارہ نے مدرسے میں داخل ہوتے ہوئے وہی مخصوص دعا دہرائی: "اے اللہ! میں مدرسے اس لیے آئی ہوں کہ آپ کی رضا حاصل کروں۔ دین کی اشاعت کروں، دنیا کی گمراہی اور آخرت کی رسوائی سے بچ جاؤں۔" (آمین) مدرسے کا پورا دن بہت اچھا گزرا تھا۔ اسے امید تھی کہ چھوٹا ہوا سارا کام جلدی کور ہو جائے گا۔ زبان سے بار بار اللہ کا شکر ادا کر رہی تھی۔ یہ سب اللہ کی توفیق ہی تو تھی کہ آج وہ یہاں تھی۔

◆◆◆

بلال کے ابو کو دل کا دورہ پڑا تھا۔ پورا گھر پریشان تھا۔ سب دعائیں مانگ رہے تھے۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ "سورۃ رحمٰن پڑھیں۔ موت کے علاوہ ہر چیز سے شفا ملے گی۔" وہ سب پڑھنے لگے، سورۃ رحمٰن میں "موت" کے علاوہ ہر چیز سے شفا تھی۔ دو دن بعد مشینوں نے بھی کام کرنا چھوڑ دیا اور وہ اس دارِ فانی (دنیا) سے رخصت ہو گئے۔ سناٹا، خاموشی ہر طرف چھائی ہوئی تھی۔ پورا گھر تعزیت کرنے والوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ کبھی اِدھر بھاگتی، کبھی اُدھر بھاگتی۔ سفید دریاں بچھی ہوئی تھیں۔ ہر طرف قرآن اور تسبیحات پڑھنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

"کتنا ہی اچھا ہو، اگر ہم زندگی میں ہی اس قرآن کو اپنا لیں، اپنی زندگی اس کے مطابق کر لیں۔ کتنی آسانی سے ہم میت کے گھر والوں کو کہہ دیتے ہیں: اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ تسلی دینا یقیناً اچھی بات ہے، مگر کسی جانے والے کو دیکھ کر ہم اپنی موت یاد نہیں کرتے بلکہ اپنی زندگی پہلے کی طرح گزارتے رہتے ہیں۔ ہمیں اپنی آخرت کی فکر کیوں نہیں ہوتی...؟" سارہ سوچ رہی تھی۔ بس یہ سارا کھیل اِس روح کا ہے۔ جب تک یہ جسم کے اندر ہے تو اس جسم کی کوئی پہچان ہے۔ جیسے ہی یہ نکل گئی، اس کی پہچان کھو گئی، یہ فقط ایک لاش ہے۔

◆◆◆

"امی...!!" سارہ نے اپنی ساس کو پیار سے مخاطب کیا۔ کوئی جواب نہ آیا، وہ ایک دن میں نڈھال سی ہو گئی تھیں۔ رات کو وہ لوگ سب ساتھ بیٹھے تھے، سارہ نے بلال سے کہا: "میرا خیال ہے کہ آج آپ امی کے پاس سو جائیں۔"

"ہم م م... ٹھیک ہے!" سارہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور ساس کو اللہ حافظ کہہ اور پیار دے کر چلی گئی۔ دراصل اس نے محسوس کیا تھا کہ اس کی ساس بلال سے کچھ بات کرنا چاہ رہی تھیں، لیکن سارہ کی موجودگی کی وجہ سے جھجک رہی تھیں۔

◆◆◆

"سارہ...!!" وہ کچن میں تھی کہ بلال نے پکارا۔ "مدرسے نہیں جانا؟" ابو کے انتقال کو ابھی ایک ہفتہ گزرا تھا۔ "نہیں بلال! میرا خیال ہے کہ کورس اتنا ہو گیا ہے کہ میں کور نہیں کر پاؤں گی۔ ان شاء اللہ! اگلے سال۔" وہ یہ نہیں کہہ سکی کہ امی کی وجہ سے نہیں جانا چاہتی۔

"اُحِبُّكِ...!!" بلال نے سارہ سے کہا۔

"آپ کو اس کا مطلب پتا ہے؟" سارہ نے حیرانی سے پوچھا۔

"کوئی تین چار مرتبہ تم مجھے یہ لفظ کہہ چکی ہو۔ تمہیں کیا لگا کہ مطلب پتا نہیں کروں گا...!!" بلال نے پیار سے کہا۔

"بلال بیٹا! سننا ذرا...!!" امی نے بلال کو پکارا۔

"جی، امی...!!" کہتا ہوا بلال کمرے سے نکل گیا اور سارہ مسکرا کر رہ گئی۔

◆◆◆

"سنو...!!" وہ کمرے میں بیٹھی تھی کہ بلال کی آواز آئی۔ "جی...!!" اس کے ایک دم آنے پر سارہ حیران ہوئی۔ دوپہر کا وقت تھا اور بلال اس سے پہلے اِس وقت کبھی نہیں آیا تھا۔ "ارم باجی طلاق لینا چاہتی ہیں، اس لیے امی پریشان تھیں اور شاید اسی لیے ابو کو ہارٹ اٹیک ہوا۔" بلال سنجیدگی سے بتا رہا تھا۔

"مگر کیوں...؟؟" سارہ کو جیسے کرنٹ لگا، کیوں کہ اس کی نند کی شادی کو 10 سال ہو گئے تھے۔

"شاید! دونوں کے کچھ اختلافات ہیں۔" بلال بس اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔

"پیاری سی دِکھنے والی، بارعب سی اس کی نند... اب تک کے 6 مہینوں میں سارہ کو تو کبھی تنگ نہیں کیا تھا، پھر اپنے معاملات میں بھلا کیسے بُری ہو سکتی تھی...؟؟ یقیناً! بات کچھ اور ہے۔" سارہ نے اپنی نند کو سوچا۔

(جاری ہے...)

محمد دانش

# حقوق العباد کی اہمیت

میری سعادت مند بیٹی۔ ہزار ہا دعائیں!

بیٹی! آپ تو جانتی ہی ہیں کہ ہمارے دین میں حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق کی کتنی اہمیت ہے۔ بحیثیت انسان اور مسلمان ہم پر سب سے پہلے تو والدین اور قرابت داروں کے حقوق ہیں، پھر درجہ بدرجہ ہمسایوں کے حقوق، اساتذہ کے حقوق، بزرگوں کے حقوق اور بچوں کے حقوق، بیواؤں، یتیموں، معذوروں اور مسکینوں کے حقوق، ملازموں اور خادموں کے حقوق حتیٰ کہ جانوروں کے حقوق تک ہیں، جنہیں ادا کرنا ہم سب پر فرض ہے اور اس کا بے حد اجر و ثواب بھی ہے۔ بحیثیت انسان ہم پر لازم ہے کہ بے خطا کسی کی جان اور مال کا نقصان نہ کریں۔ کسی کے ساتھ بدزبانی نہ کریں، اگر کسی کو فاقہ، کسی مرض یا مصیبت میں مبتلا دیکھیں تو ان کی مدد کریں اور کسی پر ظلم و زیادتی نہ ہونے دیں۔ بطور مسلمان ہمیں دوسرے مسلمان بہن بھائیوں پر احسان اور رحم کرنا چاہیے۔ ہم پر لازم ہے کہ ان کی خطائیں اور قصور معاف کریں۔ ان کے عیبوں کی پردہ پوشی کریں۔ ان کی تکلیف کو حتیٰ الامکان دور کرنے کی کوشش کریں۔ ان سے کیے گئے وعدے نبھائیں، ان کے تحفے اور دعوت قبول کریں۔ ان کے بال بچوں کی حفاظت کریں، بیماری میں عیادت اور انتقال پر دعائے مغفرت کریں، ملاقات کے وقت ان کو سلام کریں اور سلام کا جواب دیں۔ مرد سے مرد اور عورت سے عورت مصافحہ بھی کرے تو بہتر ہے۔ ان سے نرمی اور خشک خلقی سے گفتگو کریں۔ اگر کوئی رنجش ہو جائے تو تین دن سے زیادہ بات چیت بند نہ کریں اور ان کے لیے بھی وہی پسند کریں جو اپنے لیے کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس پر ظلم کرے نہ بے یار و مددگار چھوڑے۔ جب کوئی اپنے بھائی کی حاجت روائی کرتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرماتے رہتے ہیں اور جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی دنیاوی تکلیف دور کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی تکالیف دور فرمائیں گے اور جو کوئی دنیا میں مسلمان بھائی کی عیب پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی عیب پوشی فرمائیں گے۔'' (بخاری و مسلم)

پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں ہمارے دین میں تاکید کی گئی ہے کہ ان سے احسان اور رعایت سے پیش آئیں۔ ان کے بیوی بچوں کی آبرو کی حفاظت کریں۔ یہ خیال رکھیں کہ پڑوس میں کوئی بھوکا نہ رہے ان کی ضروریات کا خیال رکھیں اور ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائیں۔ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) کس کے بارے میں فرما رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے بے خوف نہ ہو۔'' (مسلم) یاد رکھیں کہ سفر میں بھی ہمسایہ ہوتا ہے یعنی ساتھ سفر کرنے والوں کے بھی وہی حقوق ہیں جو پڑوسی کے ہوتے ہیں۔ ہم پر لازم ہے کہ ان کا خیال رکھیں، ان کے آرام اور راحت کو اپنی راحت پر مقدم رکھیں۔ ان کی پریشانی اور مشکلات کو جتنا ممکن ہو دور کریں اور ان سے اخلاق اور احسان سے پیش آئیں۔

گھریلو اور دیگر ملازمین کے حقوق ادا کرنا ہم سب پر لازم ہے۔ ان کے کھانے، پہننے اوڑھنے میں مساوات ہونی چاہیے۔ ان کی طاقت سے بڑھ کر ان سے کوئی کام نہیں لینا چاہیے۔ بیماری میں ان کے دوا دارو اور علاج کا خیال رکھنا اور ان سے حسنِ سلوک سے پیش آنا چاہیے۔ ہر موقع پر یہ سوچ اپنانے کی ضرورت ہے کہ وہ بھی ہماری طرح کے انسان ہیں۔ ملازمت یا کوئی کام کرنے سے انسان کی عزت اور توقیر میں کوئی فرق نہیں پڑتا، لہٰذا ان کی بے عزتی کرنا اور ان سے بدزبانی کرنا بہت غلط ہے۔ ان کو سمجھانے کے انداز میں ہدایت دینی چاہیے اور اگر ان سے کوئی غلطی ہو جائے تو اور شرمندہ ہو کر معافی مانگیں تو ان کو آیندہ ویسی غلطی نہ دہرانے کی شرط پر معاف کر دینا چاہیے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ سے ایک صحابی نے دریافت کیا: ''میرا خادم بہت غلطیاں کرتا ہے، میں اس کو کتنی بار معاف کروں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جتنی مرتبہ وہ غلطیاں کرے۔'' اسی طرح ان کے غم و خوشی میں شرکت کرنا اور ان کی جملہ ضروریات کا خیال رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔ ہمارے دینِ اسلام میں تو جانوروں کے بھی حقوق کا ذکر ہے، جن جانوروں سے کوئی فائدہ نہ ہو تو ان کو قید کر کے نہیں رکھنا چاہیے۔ اسی طرح پرندوں کے بچوں کو ان کے آشیانے سے نکال کر ان کے ماں باپ کو پریشان کرنے کی بھی ممانعت ہے۔ جانوروں کا محض تفریح کے لیے شکار کرنا بھی منع ہے۔ اسی طرح ہم پر لازم ہے کہ جانوروں کے کھانے پینے کا خیال رکھیں، ان پر قوت سے زیادہ کام کا بوجھ نہ ڈالیں۔ ان کو جب ذبح کرنا ہو تو دوسرے جانوروں کے سامنے یا کند چھری سے ذبح نہ کریں۔ سواری کے جانوروں کے بارے میں حکم ہے کہ انھیں خواہ مخواہ نہ دوڑایا جائے اور منزل پر پہنچ کر اس کی زین اتار کر اس کے چارے پانی کا انتظام کیا جائے۔

بیٹی! حقوق العباد ہماری معاشرتی زندگی میں رواداری، باہمی میل جول اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے کا نام ہے۔ چھوٹے بچوں سے بھی شفقت اور محبت سے پیش آنے کا حکم ہے۔ الغرض! معاشرے کے ہر فرد کے لیے حسب مراتب حقوق و فرائض اس لیے دیے گئے ہیں تاکہ ایسا معاشرہ وجود میں آئے، جہاں اخوّت اور محبت کی فضا ہو، امن و سکون ہو، جہاں ہر مکتبِ فکر کے لوگ عزت و احترام اور آرام و سکون سے اپنی مرضی کے مطابق زندگیاں بسر کر سکیں اور اس طرح دنیا و آخرت میں فلاح پا سکیں۔

دعا گو

آپ کے ابو

*Your Friend In Real Estate*

# جُنید امِین

الحمدللہ پورے اطمینان اور بھروسے کے ساتھ
بحریہ ٹاؤن، ڈی ۔ایچ ۔اے سٹی اور ڈیفنس کراچی میں
محفوظ اور منافع بخش سرمایہ کاری۔
معلومات اور مشورے کے لیے

**جُنید امِین**

BAHRIA TOWN

PAKISTAN DEFENCE OFFICERS HOUSING AUTHORITY

DHA CITY

نزد مسجد بیت السلام، خیابان جامیِ، فیز 4، ڈیفنس، کراچی

021-35313254 - 0300-9213373 junaidameen@live.com

## طوطے کی ٹیں ٹیں
## بول کہانی

خیر پور میرس ایک گاؤں تھا‘ جہاں ایک پیاری سی بچی رہتی تھی۔ نام تو اس کا بانو تھا‘ مگر پیار سے سب اس کو منّیا کہتے تھے۔ وہ اپنے ماں باپ کو بہت پیاری تھی۔ ہر سال اس کے ابا ایک بکری کا بچہ لاتے تھے‘ سارا سال وہ اس کی دیکھ بھال کرتے‘ پھر بقر عید پر اسے ذبح کر دیتے تھے۔ منّیا کو اس سے پیار ہو جاتا تھا‘ وہ اپنے ہاتھوں سے اسے گھاس کھلاتی تھی‘ پانی پلاتی اور اس کے ساتھ کھیلتی تھی۔ بکری کے بچے کی قربانی ہو جانے پر‘ وہ اداس ہو جاتی تھی‘ لیکن چند روز بعد ابا پھر ایک بکری کا بچہ اٹھا لاتے‘ وہ اسے دیکھ کر خوش ہو جاتی۔

وہ اکثر ابا سے پوچھتی تھی: ”ابا! بکری گھاس تو ہری کھاتی ہے‘ لیکن دودھ سفید کیوں دیتی ہے؟“ ابا مسکراتے اور کہتے: ”یہ سب اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔“

منّیا صبح سویرے اٹھ جاتی تھی۔ ہاتھ منہ دھو کر وضو کرتی اور سر پر دوپٹا اوڑھے قرآن پڑھتی۔ ابّا اسے قرآن پڑھتا دیکھ کر خوش ہو جاتے تھے‘ وہ اسے پیار سے کبھی ”شہزادی“ اور کبھی ”پری“ کہتے تھے۔ وہ رات کو پریوں اور شہزادیوں کی کہانی ضرور سنتی تھی۔ جب اماں اسے تیار کرتیں تو وہ اماں سے پوچھتی: ”اماں! میں ابا کی شہزادی لگ رہی ہوں نا؟“ تو اماں اس کے پھولے گول گالوں پر پیار کرتیں اور کہتیں: ”ہاں میری رانی! تم ابا کی ہی شہزادی لگ رہی ہو۔“

جب اس کا پہلا پارہ ختم ہوا تو ابا اور اماں نے محلّے میں مٹھائی بانٹی اور شام کو ابا اس کے لیے ایک تحفہ بھی لے آئے۔ تحفہ دیکھ کر منّیا خوشی سے اچھل پڑی۔ وہ ایک طوطا تھا‘ جو بڑے سے پنجرے میں ٹُکر ٹُکر اسے دیکھ رہا تھا۔ لال ابھری ہوئی اس کی چونچ تھی اور بھرے بھرے بازو تھے۔ دُم اس کی لمبی تھی۔ گلے میں کالے رنگ کی ڈوری تھی۔ ہرے‘ پیلے‘ نیلے رنگوں سے سجا یہ طوطا اسے بہت اچھا لگا‘ وہ جیسے ہی طوطے کے قریب گئی تو طوطا جھکا اور بولا: ”السلام علیکم! منّیا‘ ٹیں‘ ٹیں‘ ٹیں…!!“ منّیا حیران ہوئی۔

”وعلیکم السلام! ابا یہ طوطا تو بولتا بھی ہے۔ کیا یہ پرستان سے آیا ہے؟“ ابا مسکرائے۔

”ہاں بیٹا! اس طوطے کی خاص بات یہ ہے کہ یہ باتیں بھی کرتا ہے۔“ یہ سن کر وہ دوڑ کر باورچی خانے میں گئی۔ لہسن‘ مرچ‘ ٹماٹر اور چھوٹی سی کٹوری میں پانی بھر کر‘ ان سب چیزوں کو ایک بڑی سی پلیٹ میں رکھ کر لے آئی۔

طوطے کے لیے اس طرح کھانا لاتا دیکھ کر اماں‘ ابا ہنسنے لگے۔ طوطے نے کھانے کے بعد پانی پیا اور بولا: ”منّیا! شکریہ۔ تم بہت اچھی بچی ہو۔“ رات ہوئی تو منّیا نے پھر پوچھا: ”ابا! یہ طوطا کیا پرستان سے آیا ہے یا آپ کو کسی جن نے دیا ہے۔“ ابا نے اسے بتایا: ”نہیں‘ نہیں… ایسا تو صرف کہانیوں میں ہوتا ہے۔ آج صبح جب میں اپنے دوست پنساری کی دکان پر اس سے ملنے گیا تو تیز ہوائیں چل رہی تھیں۔ آندھی آنے کا ڈر تھا۔ ابھی ہم موسم پر باتیں کر رہے تھے کہ وہاں سے ایک طوطے والا گزرا‘ جو پریشان تھا‘ وہ ایک ڈنڈے کے دونوں سِروں پر طوطے کے پنجرے لٹکائے‘ ڈنڈا کندھے پر رکھے گا رہا تھا:

طوطا ہے میرا یہ طوطا ہے: بڑا نرالا میرا یہ طوطا ہے
اچھی اچھی باتیں کرتا ہے: بڑا البیلا میرا یہ طوطا ہے

مجھے اس نے بہت ہی کم قیمت پر یہ طوطا دے دیا‘ شاید وہ اپنا وزن کم کرنا چاہتا تھا یا اس کو پیسوں کی ضرورت تھی۔ میں نے دیکھا کہ تیز ہواؤں کی وجہ سے اس کے قدم زمین پر نہیں جم رہے تھے تو یوں یہ طوطا میں اپنی منّیا کے لیے گھر لے آیا۔“

منّیا روز طوطے کو روٹی چور کر گھی چینی ملا کر چُوری کھلاتی۔ کبھی امرود‘ کبھی سیب اسے کھانے کے لیے دیتی۔ طوطا مزے مزے سے کھاتا۔ وہ جب سیپارہ پڑھتی یا اسکول کا سبق یاد کرتی تو طوطا بھی اس کے ساتھ ساتھ پڑھتا۔ طوطا اس کا دوست تھا‘ وہ اس سے باتیں کرتی تھی‘ اس کا اچھا سا نام رکھنا چاہتی تھی۔ اماں کہتی تھی: ”طوطے کو مٹّھو کہا کرو۔“ لیکن اسے یہ نام

اس لیے پسند نہیں تھا کہ ہر طوطا رکھنے والا اپنے طوطے کو مٹّھو ہی کہتا ہے۔اس کا طوطا تو خاص تھا۔خوب صورت اور باتیں کرنے والا۔اس کی سہیلی مریم کا بھی طوطا تھا' جو باتیں نہیں کرتا تھا' وہ صرف ہرے رنگ کا تھا۔اسے وہ مٹّھو کہتی تھی۔اس میں کوئی خاص بات ہوتی تو وہ کوئی اچھا نام سوچتی۔اس نے ابا سے پوچھا تو ابا بولے : ''اس کا نام خیرو' رکھ دو۔'' یہ نام سن کر منّیا اور اماں ہنس پڑیں۔''ابا! بھلا یہ بھی کوئی نام ہے۔میرا طوطا تعوّذ' تسمیہ کے ساتھ کلمہ پڑھتا ہے' ہر طرح کی خبر بھی رکھتا ہے۔اچھی اچھی باتیں کرتا ہے تو اس کا نام میں خیرو کیوں رکھوں؟'' ابا بولے : ''میرا ایک دوست ہے' اس نے بھی دکان پر ایک طوطا رکھا ہے' وہ اسے خیرو کہتا ہے' لیکن وہ باتیں نہیں کرتا۔خیر کی باتیں تو صرف میری منّی شہزادی کا طوطا کرتا ہے' اس لیے اس کا نام خیرو ہی رکھ دو۔'' ابا نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا۔منّیا بولی : ''ابا! طوطا نئے زمانے کا ہے۔نام بہت پرانا ہے۔'' تھوڑی دیر سوچنے کے بعد منّیا پھر بولی : ''ابا! میں کیوں نہ اپنی استانی جی سے کہوں' وہ قرآن مجید سے کوئی برکت والا نام ضرور بتائیں گی۔'' ابا بولے : ''ہاں! یہ ٹھیک ہے۔''

شام کو اماں نے اسے سوجی کا حلوا بنا کر ایک پلیٹ میں دیا' وہ استانی جی کو دینے چلی گئی' مگر یہ کیا...! استانی جی تو بیمار تھیں۔حلوا دے کر وہ واپس گھر چلی آئی' لیکن رات بڑی سوچ بچار کے بعد اس نے طوطے کا نام ''ٹوٹو'' رکھ دیا۔طوطے کو ''ٹوٹو'' نام بہت پسند آیا۔محلّے کے سب بچے منّیا کے گھر آتے اور ٹوٹو سے اچھی اچھی باتیں سنتے۔ٹوٹو بلال سے کہتا : ''بلّو بھیّا! لڑنا اچھی بات نہیں' لڑتے گندے بچے ہیں۔'' زید کو ٹوٹو نے دیکھا' وہ منہ میں ہاتھ دیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔''زید بھیّا! ناخن کھانا گندی عادت ہے۔جراثیم پیٹ میں جاتے ہیں اور ہم بیمار پڑ جاتے ہیں۔'' عاشی سر کھجاتی تو ٹوٹو کہتا : ''عاشی باجی! روز نہایا کرو' ورنہ سر میں جوئیں پڑ جاتی ہیں۔'' ''عبّاس موٹو! کم کھاتے اور کام زیادہ کرتے ہیں۔'' ''علی چھوٹو! جھوٹ بولنا بری بات ہوتی ہے۔''

ٹوٹو کی ان باتوں کا بچوں پر اچھا اثر ہو رہا تھا۔بچے اب منّیا کے گھر صاف ستھرے آنے لگے تھے۔اب ٹوٹو ہر بچے کا دوست تھا۔منّیا' ٹوٹو سے رات کو خوب باتیں کرتی۔منّیا حمد و نعت پڑھتی تو ٹوٹو بھی حمد و نعت یاد کر لیتا۔اگست کے مہینے میں منّیا نے آزادی کے گیت گائے تو ٹوٹو بھی لہک لہک کر ''تیرا پاکستان ہے' یہ میرا پاکستان ہے'' گاتا تو بچے بہت خوش ہوتے۔اماں ابا تو اس کی ذہانت سے بہت متاثر تھے۔اچانک منّیا کے گاؤں خیر پور میرس میں سیلاب آنے کے آثار ہونے لگے۔لوگ گھر خالی کرنے لگے اور دوسرے محفوظ علاقوں کی طرف جانے لگے۔ٹوٹو کا پنجرہ بڑا اور بھاری تھا۔مجبوری میں ٹوٹو کو آزاد کیا جا رہا تھا۔منّیا بہت اداس تھی۔جانے سے پہلے اس نے ٹوٹو کا پنجرہ کھول دیا' تاکہ وہ اُڑ جائے۔منّیا بولی : ''ٹوٹو! اب تم باغ میں رہنا' جہاں مزے مزے کے پھل اور تازہ سبزیاں تمھیں کھانے کو ملیں گی اور ہاں! وہاں فاختہ' مینا' کوّے اور چڑیا سب تمھارے دوست بن جائیں گے۔'' یہ کہہ کر وہ ابا کے ساتھ سامان لے کر بیل گاڑی میں بیٹھ گئی۔وہ ریلوے اسٹیشن پر پہنچی۔اسے اپنا گاؤں چھوڑ کر اچھا نہیں لگ رہا تھا' وہ ریل کی کھڑکی کے پاس اداس بیٹھی تھی کہ اچانک ٹوٹو اڑتا ہوا آیا اور کھڑکی پر بیٹھ گیا۔اماں ابا حیران تھے۔ٹوٹو بولا : ''باغوں میں مجھے مزے مزے کے پھل اور سبزیاں نہیں چاہییں۔میں بھوکا بھی منّیا کے ساتھ رہ سکتا ہوں' مگر منّیا جیسی پیاری دوست نہیں چھوڑ سکتا۔'' منّیا نے اسے پیار کیا اور اسے اپنی گود میں بٹھا لیا اور اماں ابا ٹوٹو کو دیکھ کر مسکرا دیے۔

| | | |
|---|---|---|
| سیلاب : پانی کا ریلا | سوچ بچار : غور و فکر | تعوّذ : اعوذ باللہ |
| تسمیہ : بسم اللہ | نرالا : انوکھا | البیلا : شوخ |

دیکھا' صالح کی نشان دہی والی جگہ پر میدان کے دیگر قطعۂ اراضی کے مقابلے میں کچھ زیادہ ریت اور بجری تھی اور زمین بھی کچھ اٹھی ہوئی تھی۔(واللہ اعلم) ہم نے ان عظیم روحوں کو' جو رسول اللہ ﷺ کے مصاحبین اور شہدائے اُحد تھے' سلام کہا اور ایصالِ ثواب کیا اور ان کی قسمت پر رشک کرتے ہوئے آگے چل دیے۔غزوۂ بدر اور احزاب کی طرح غزوہ اُحد کا تذکرہ بھی قرآن مجید کی سورۂ آلِ عمران میں تفصیل سے آیا ہے۔

میدان کے ساتھ ہی ایک جامع مسجد ہے' جسے ''جامع سید الشدا'' کہتے ہیں۔مسجد اور اس کے آگے لگے ہوئے تمام اسٹال پر دھوپ سے بچاؤ کے لیے خوب صورت چھتریوں سے ڈھکے ہوئے نظر آرہے تھے۔مسجد بڑی ہے اور ایک قلعے کی سی ہیئت رکھتی ہے۔اس کی دیواریں 10 میٹر سے زیادہ بلند ہیں۔پہلے 4 میٹر پر کتھئی' چیکو اور خاکستری رنگ کی اُفقی پٹیاں لگی ہوئی ہیں' جب کہ اوپر آف وہائٹ اور کریم رنگ ہے۔اسٹرکچر نہایت خوب صورت ہے' خاص طور پر گنبد اور محرابِ صلوٰۃ کا ڈیزائن دیدہ زیب ہے۔مسجد شدید گرمی میں بالکل ٹھنڈی تھی۔نہایت تیز اے سی چل رہا تھا۔ہم نے وہاں نفل ادا کیے اور باہر نکلے۔اب ہماری اگلی منزل مسجدِ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تھی (جاری ہے)

# Super Kote® PAINT

ROYALE GROUP

سندھ میں ٹوکن کے بغیر رنگ بنانے والی پہلی اور پاکستان کی دوسری کمپنی

رویال پینٹ (سپر کوٹ)

کراچی کے عوام کو مہنگائی سے نجات دو پینٹ کے تمام ڈبوں سے ٹوکن ختم کرو

"حضراتِ اکابرین سے دعاؤں کی درخواست"

کہ اللہ پاک ہمیں استقامت دے اور رنگ سازوں کے شر سے ہمیں محفوظ رکھے اور ہم سب کو حلال رزق کمانے کی توفیق دے۔ آمین

## مساجد اور مدارس کے لئے خصوصی رعایت۔

سپر کوٹ اب نئے اور کم دام میں طلب کریں۔

| PLASTIC EMULSION | | MATT FINISH | | STAINLESS | |
|---|---|---|---|---|---|
| ~~1400~~ Gallon | 1100 Gallon | ~~2650~~ Gallon | 2350 Gallon | ~~2600~~ Gallon | 2300 Gallon |
| ~~5400~~ Drum | 4200 Drum | ~~10,400~~ Drum | 9200 Drum | ~~10,200~~ Drum | 9000 Drum |
| **WEATHER SHELTER** | | **FILLING PUTTY** | | **OIL PRIMER SEALER** | |
| ~~2300~~ Gallon | 2050 Gallon | ~~950~~ Gallon | 650 Gallon | ~~1950~~ Gallon | 1650 Gallon |
| ~~9000~~ Drum | 8000 Drum | ~~3600~~ Drum | 2400 Drum | ~~7600~~ Drum | 6400 Drum |
| **ENAMEL** | | **W.BASE PRIMER** | | FOR FREE DELIVERY | |
| ~~2550~~ Gallon | 2250 Gallon | ~~1750~~ Gallon | 1450 Gallon | 0335-2967871 | |
| ~~10,000~~ Drum | 8800 Drum | ~~6800~~ Drum | 5600 Drum | 0313-2329526 | |

ٹوکن کی رقم گیلن پر 400 روپے اور ڈرم پر 1600 روپے خریدار کیوں دے؟

**Royale Paint Industries (Pvt.) Ltd.**

info@superkotepaint.com /superkotepaint www.superkotepaint.com

بیدی اور موہن اپنے گھر کے ہی قریبی اسکول میں دسویں جماعت کے طالب علم تھے۔ حیدر اور مسعود بھی ان کے محلے میں رہتے تھے اور اسی اسکول میں نویں جماعت کے طالب علم تھے۔ اس لیے ان کا آنا جانا بیدی اور موہن کے ساتھ ہوتا تھا۔ شام کو وہ کرکٹ بھی قریبی میدان میں ایک ساتھ کھیلتے تھے۔ نیز سیر و تفریح کے کئی پروگراموں میں بھی ایک ساتھ ہوتے تھے۔ مسعود اور حیدر آپس میں چچازاد بھائی تھے اور ان دونوں کو تایا ابّو نے بٹھا کر یہ سمجھایا تھا: ''ایک دوسرے سے مذہب کے معاملے میں بات چیت نہ کرنا یا بحث نہ کرنا، تم دونوں اپنے کام سے کام رکھنا۔ موہن یا بیدی کو کوئی اچھی بات سکھانے کی کوشش مت کرنا کیوں کہ یہ ہر ایک کا ذاتی معاملہ ہے۔'' تایا ابّو کی بات سن کر چھوٹی پھوپھو نے بے چینی سے کہا تھا: ''بھائی جان سب کا اللہ تو ایک ہی ہے اور عزت ساری کی ساری اللہ ہی کے لیے ہے۔ انسان کم از کم یہ بات تو دوسروں کو سمجھا سکتا ہے!!! پھر دوسروں کی مرضی ہے کہ وہ اللہ کی عزت و محبت کے ذریعے سچا دین تلاش کر لیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دین کو ذاتی معاملہ نہیں کہا بلکہ دین بتانے کا حکم دیا ہے''، چھوٹے چچا بڑے بھائی جان کا غصے بھرا چہرہ دیکھ کر ڈر گئے اور چھوٹی پھوپھو سے کہنے لگے: ''ہادیہ! مطلب یہ ہے کہ دین کی چھوٹی چھوٹی باتیں پیار سے اور عقل مندی سے دوسروں کو سکھادی جائیں اور اس میں نہ بحث کی جائے اور نہ لڑائی'' تایا ابّو نے حیدر اور مسعود کو گھورتے ہوئے بس اتنا کہا: ''جتنا سمجھایا جائے اتنا ہی کرو، کوئی میرے سامنے قابل نہ بنے۔'' یہ کہہ کر تایا ابو پیر پٹختے ہوئے اپنے کمرے میں چلے گئے...

کچھ دن بعد ہوا یہ کہ حیدر اور مسعود اس وقت موہن کے گھر موسم کے نئے پھل دینے گئے، جب موہن پوجا پاٹ میں مصروف تھا، طاق میں ایک چھوٹی سی مورتی رکھی ہوئی تھی اور وہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا تھا، حیدر نے کہا: ''یار مسعود ان کی نماز اور دعا تو بڑی آسان ہے وضو کرنا پڑتا ہے، نہ مسجد جانا پڑتا ہے، چلو آؤ ہم بھی اس کی طرح عبادت کر کے دیکھتے ہیں کیسا لگتا ہے؟'' مسعود گھبرا گیا، کہنے لگا: ''پاگل ہوگئے ہو کیا؟ ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں کسی بت کی عبادت نہیں کرتے، یہ جو تم دونوں ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوگئے ہو میں گھر جاکر پھوپھو کو بتاؤں گا، پھر وہ تمھاری خبر لیں گی''۔ چپکے چپکے ان کی باتیں جاری تھیں کہ موہن کے

# عزت والا دوست

ڈاکٹر صفیہ سلطانہ صدیقی

آہستہ آہستہ رونے کی آواز آئی، روتے روتے وہ تیز آواز میں بولنا شروع ہوگیا: ''اے بھگوان! یہ تو نے کیا کر دیا مجھے دو پرچوں میں فیل کروا دیا میں نے تجھ سے کتنی دعا مانگی تھی اور نیاز بھی چڑھائی تھی، اے بھگوان تو نے کیا کر دیا...!! تو نے میرا کالج جانے کا خواب توڑ دیا۔ اور ابا نے مجھ پہ ظلم ڈھا دیا۔ جا میں تیری عبادت نہیں کرتا تو بہت ظالم ہے'' وہ غصے میں پیچھے مڑا تو اس نے حیدر کو اپنے بُت کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا پایا... مسعود بھی ساتھ ہی کھڑا تھا، اس کے ہاتھ میں تازہ پھلوں کی چھوٹی سی تھالی موجود تھی۔
موہن اپنے رونے اور شکوے شکایت پہ ذرا بھی شرمندہ نہیں ہوا تھا بلکہ وہ بولا: ''بھگوان سے میرا قریبی تعلق ہے، میں اس سے لڑتا جھگڑتا اور سوال کرتا ہوں، بحث بھی کرتا ہوں اور لڑائی بھی کرتا ہوں''، مسعود نے ناراضی سے کہا یار تمہارے بھگوان کے ساتھ تمہاری ''فائٹنگ'' چل رہی ہے؟'' موہن کا انداز مسعود کو بھی بُرا لگا اس نے موہن سے کہا: ''یہ جو مورتی ہے کیا تم اس کو اپنے ابّا سے بڑا مانتے ہو؟'' موہن نے کہا: ''احمق لڑکے میرے ابّا بھی اس سے دعا مانگتے ہیں۔'' تب مسعود غصے سے بولا: ''موہن! کیا تم اپنے ابّا سے ایسے زبان چلا سکتے ہو، جیسے ابھی تم نے اپنے بھگوان سے چلائی ہے۔'' موہن نے ہنستے ہوئے کہا: ''یار تو مجھے زبان چلانے دے یہ بھگوان مجھے ابّا کی طرح ڈنڈے سے نہیں مارے گا بلکہ یہ کچھ بھی نہیں کر سکتا''۔ مسعود نے کہا: ''جب بھگوان کچھ بھی نہیں کر سکتا تو اس سے مانگتے رہنے کا کیا فائدہ!!!'' مسعود نے

ناگواری سے کہا اور موہن کا جواب سنے بغیر پھلوں کی تھالی میز پہ رکھ کر ناراضی کے ساتھ واپس چلا گیا۔ موہن اس کو جاتے ہوئے حیرت سے دیکھ رہا تھا حیدر نے ڈرتے ڈرتے موہن سے کہا: ''اپنے خدا کی بے عزتی نہیں کرنی چاہیے' اس سے سوال کرنا یا اس کو ڈانٹنا نہیں چاہیے۔ ہم تو اپنے اللہ کا بہت ادب کرتے ہیں اور اگر وہ ہمیں ہمارا امتحان لینے کے لیے کوئی چیز نہ دے یا بالکل کم دے ہم پھر بھی اللہ کا احترام و ادب کرتے ہیں!!! کیوں کہ وہ کوئی چھوٹی سی مورتی نہیں ہے بلکہ پوری دنیا کا بہت عظیم خدا ہے۔ میری پھوپھو کہتی ہیں اللہ اتنا بڑا ہے کہ ہماری دنیا اور باقی سب سیارے سورج' چاند اور اتنا بڑا آسمان اور یہ ہماری زمین اس کی ایک انگلی پہ رکھے جا سکتے ہیں۔'' موہن نے بُرا سا منہ بنایا''حیدر یہ تم کیا فضول باتیں کر رہے ہو اور میری پھوپھو مجھے بھی بہت اچھی اچھی باتیں بتاتی ہیں۔ موہن! میں تو بس آپ سے اتنا کہہ رہا تھا کہ اپنے خدا کو ڈانٹنا نہیں چاہیے کہ یہ تو نے کیا کر دیا؟ وہ تو نے کیوں کر دیا۔ تو نے میری بات کیوں نہیں سنی!! میری خواہش کیوں نہیں مانی!! میرے خیال میں اللہ بہت بڑا ہے ہم اس سے بحث نہیں کر سکتے اور اگر ہم ضد کریں گے یا ڈانٹیں گے تو سخت گناہ ہو گا۔ کیوں کہ خدا کوئی نعوذ باللہ چھوٹا بھائی نہیں کہ اس کو ڈانٹ دیا جائے یہ بہت غلط بات ہے۔'' موہن ہنسنے لگا''ارے بے وقوف بھگوان تو میرا دوست ہے میں بے تکلفی سے بولتا ہوں۔'' حیدر کہنے لگا: ''اچھا تو یہ وجہ تھی، او ہو! میں تو سمجھا ہی نہیں تھا کہ خدا کو ایسا دوست بنایا جا سکتا ہے۔'' موہن کہنے لگا: ''چلو آؤ دوبارہ دعا مانگتے ہیں، میں بھگوان کو بُرا بھلا ضرور کہتا ہوں مگر پھر راضی بھی ہو جاتا ہوں۔'' حیدر اور موہن ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ اسی وقت مسعود اندر داخل ہوا اور بولا: ''حیدر تمہیں چاچی بلا رہی ہیں۔'' لہٰذا حیدر مسعود کے ساتھ واپس چلا گیا۔ مسعود نے جاتے ہی چاچی کو بتا دیا کہ حیدر موہن کے ساتھ مل کر پوجا کر رہا تھا۔

حیدر کی امّی نے غصے کے مارے اس کی کمر پہ تین چار ہاتھ مارے اور چیخ کر بولیں: ''جاہل لڑکے تیرا نام حیدر میں نے اس دن کے لیے رکھا تھا؟ تو جانتا ہے کہ علی حیدر رضی اللہ عنہ اتنے بڑے بُت شکن تھے' اتنی عمر میں تو نے ہم سے نماز تو نہ سیکھی' مگر چند مہینوں میں بُت پرستی سیکھ گیا۔'' ہا دیہ پھوپھو بھاگی بھاگی آئیں اور انہوں نے حیدر کو اُس کی امّی کی مار سے بچایا پھر اسے اپنے کمرے میں لے گئیں۔ آدھے گھنٹے تک وہ روتا رہا پھوپھو نے اس کو شکاری اور خطرناک بلا کی کہانی سنائی تو وہ کچھ دیر کے لیے امّی کی مار بھول گیا تب پھوپھو نے اس سے کہا: ''حیدر ہم جس اللہ کی عبادت کرتے ہیں' وہ بُت نہیں ہے۔ وہ اللہ بہت بڑا اور زبردست ہے۔ وہ نعوذ باللہ کوئی دکاندار نہیں' جس کو ہم دعا کا سکہ دے کر فرمائش پر سامان خریدتے رہیں' ہمیں بغیر کوئی شرط لگائے' اس کا ہر کہنا ماننا ہے' اس کی اطاعت کرنی ہے اس کی ہر بات سننی ہے' ہم اللہ کے بندے ہیں' ہماری یہ اوقات نہیں ہے کہ ہم اللہ کے آگے سوال کریں کہ تو نے یہ کیوں کیا؟ تو نے ایسا کیسے کر دیا؟ ہمارا کام صرف حکم کی تعمیل ہے۔ اتنے بڑے اللہ کی مہربانی کہ وہ ہم سے پیار کرتا ہے' حلال کمانے والے بندے کو وہ اپنا دوست کہتا ہے' لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ بندہ اپنی اوقات بھول جائے اور اپنے مالک پہ اعتراض کرے' اس سے شکایت کرے اور اس پر چیخنا چلانا شروع کر دے اگر وہ ہمیں کوئی چیز نہیں دیتا تو ہمارے حق میں یہی اچھا ہوتا ہے کہ وہ ہمیں نہ ملے اور کبھی وہ ہماری پسند کی چیزیں روک کر ہمارا امتحان بھی لیتا ہے۔'' حیدر بہت شرمندہ تھا' حیدر نے کہا: ''پھوپھو! میں سمجھ گیا کہ اللہ سے ہمارا تعلق یہ نہیں کہ ہم اس سے اپنی خواہشیں پوری کرواتے رہیں بلکہ اللہ سے ہمارا تعلق یہ ہے کہ ہم ہر مصیبت میں اور ہر آسانی میں صرف اسی کے بن کر رہیں' اس کا کہنا مانیں پھر وہ ہم پر جنت میں ایک ساتھ اتنے انعامات کی بارش کر دے گا کہ ہم حیران رہ جائیں گے اور جب ہمارا دنیا کا امتحان ختم ہو جائے گا تو وہ ہم کو جنت میں ہر چیز اتنی اچھی دے گا کہ ہم نے کبھی سوچا بھی نہ ہو گا۔ یہی بتایا تھا نا آپ نے پرسوں'' ''ہاں! ایک بات تم بھول گئے کہ اللہ سے شکایت نہ کرنے اور اطاعت کرنے کا انعام کبھی بھی ختم نہیں ہو گا۔ ہم جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلے جائیں گے۔''

آج حیدر بہت پرجوش تھا' اس کی الجھن دُور ہو گئی تھی۔

پھوپھو نے اُس کو کیک کھلایا' کھاتے ہوئے حیدر نے کہا: ''او ہو پھوپھو! مجھے ایک بات اور سمجھ میں آئی؟'' حیدر کو اچانک پھر موہن کا رونا دھونا یاد آگیا تھا۔

''اب دانش ور کو کیا سمجھ میں آگیا؟'' پھوپھو نے دل چسپی سے پوچھا۔

''یہ کہ اگر موہن فیل ہو گیا تو اس کا الزام خدا پہ کیوں آیا؟ شکایت تو اُسے خود سے ہونا چاہیے تھی کہ اُس نے محنت سے تیاری کیوں نہیں کی تھی؟ ہر کاہل کا الزام خدا پہ ہو؟ واہ بھئی واہ!'' حیدر نے کہا۔

''تم نے ٹھیک کہا مگر اب بھی سب سے اہم بات یہی ہے کہ عزت سب کی سب اللہ کے لیے ہی ہے اور اگر وہ اپنے پیار رحمت اور شفقت کی وجہ سے انسانوں کو ''دوست'' کا رتبہ دے دے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ انسان اللہ کو نعوذ باللہ اپنا کلاس فیلو سمجھ کر ڈانٹنا ہی شروع کر دے! یہ سخت عذاب کی باتیں ہیں! اگر کوئی مصیبت میں بھی ہو تو بجائے اللہ سے شکایت کرنے کے توبہ استغفار کرنا چاہیے تاکہ گناہ ہلکے ہوں اور مصیبت بھی ہلکی ہو جائے!''

''ہوں... کیک ختم ہونے سے پہلے ہی مجھے آپ کی سب بات سمجھ میں آگئی ہے! اب میں اپنے بہت بڑے اور عظیم اللہ کی سب سے زیادہ عزت کروں گا۔ سب سے زیادہ کہنا مانوں گا۔''

حیدر نے پھوپھو سے کہا اور پھوپھو نے سکون کا سانس لیا! حیدر بہت خوش تھا کہ اسے اچھی بات بھی سمجھ میں آگئی اور پھوپھو نے اسے امی کی سخت مار سے بھی بچا لیا تھا۔

# البطروس

فوزیہ خلیل

آج جماعتِ ہفتم میں ٹیسٹ تھا۔ طالبات اچھی تیاری کر کے آئی تھیں۔ ٹیسٹ جلدی ختم ہو گیا تھا۔

''مِس ! ابھی تو پیریڈ ختم ہونے میں کچھ دیر باقی ہے۔'' مانیٹر کھڑی ہو کر بولی۔

''ہاں ! میں بھی یہی سوچ رہی تھی 'ماشاء اللہ میری طالبات بہت اچھی ہیں۔'' مس اسما مسکرائیں۔ ''مِس ! آپ نے البطروس کا نام سنا ہے۔ یہ ایک نہایت خوب صورت پرندہ ہے۔'' خدیجہ کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔

''ہاں 'خدیجہ بیٹی ! اس پرندے کا نام کم لوگ ہی جانتے ہیں۔ یہ نہ صرف جسمانی طور پر بے حد خوب صورت ہے 'بلکہ ذہنی اعتبار سے بھی عام پرندوں سے مختلف ہے۔'' مس اسما نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ دیکھنے میں کیسا ہوتا ہے ؟'' فریحہ نے شوق سے پوچھا۔

''اس کا سر کچھ بڑا ہوتا ہے 'آنکھیں گہرے رنگ کی ہوتی ہیں 'ان پر سیاہ دھاریاں ہوتی ہیں 'اس کی چونچ تقریباً چار اِنچ لمبی ہوتی ہے 'چونچ میں مختلف رنگ جھلملا رہے ہوتے ہیں 'چونچ کا آخری حصہ کُنڈے کی مانند ہوتا ہے۔'' بچیاں نئے پرندے کے بارے میں بڑے شوق سے سن رہی تھیں۔ مس اسما کا مطالعہ بہت وسیع تھا 'وہ باتوں ہی باتوں میں بچیوں کو بہت معلومات دیتی تھیں۔

''یہ کہاں پائے جاتے ہیں ؟'' سارہ نے کھڑے ہو کر پوچھا۔

''ہوائی کے جزیروں اور نیوزی لینڈ میں یہ کثرت سے ملتے ہیں۔ ویسے شمالی بحر الکاہل کو اُن کا اصلی گھر کہا جاتا ہے۔''

''کیا یہ پرندہ انسانوں کے قریب رہنا پسند کرتا ہے ؟'' فارنیا نے پوچھا۔

''فارنیا بیٹی ! البطروس مہینوں زمین سے دور رہتا اور زندگی کا بیشتر حصہ سمندروں میں گزارتا ہے۔ یہ انسانی آبادی سے دور اور غیر آباد جزیروں میں رہنا پسند کرتا ہے۔''

''مس ! یہ کیا کھاتا ہے ؟'' نغمانہ نے پوچھا۔

''یہ اسکوٹڈ کھانا پسند کرتا ہے۔ یہ ایک مچھلی کا نام ہے۔'' مس اسما نے مسکرا کر جواب دیا۔

''کیا البطروس اُڑتا ہے یا پھر اس کی اُڑان مرغی کی طرح ہوتی ہے ؟

''یہ ماہرانہ انداز میں اُڑان بھرتا ہے۔ یہ اپنے پروں میں ہَوا کا ذخیرہ کر لیتا ہے اور پھر ہَوا کے زور پر اُڑتا ہے۔ یہ اپنے پَروں کی آزمائش کر کے ساحل پر دوڑتا اور پھر پرواز کرتا ہے۔ شروع میں اس کی پرواز چھوٹی ہوتی ہے 'پھر یہ اپنی پرواز بڑھا دیتا ہے۔''

''اُف ! یہ جب بہت ساری تعداد میں ہوتے ہوں گے تو دور سے دیکھنے میں کس قدر خوب صورت معلوم دیتے ہوں گے۔ میرا دل چاہ رہا ہے کہ ان کو دیکھوں 'یعنی اُن کا غول۔'' جویریہ نے جلدی جلدی کہا۔ جویریہ کی بات سن کر بچیاں مسکرانے لگیں۔

''ہاں 'بیٹی ! دنیا میں جہاں کہیں یہ بکثرت ہوتے ہیں 'وہاں ان کے لیے بہت سے خطرات بھی ہوتے ہیں 'اسی لیے ان کو بچانے کے لیے بہت کام کیا جا رہا ہے۔''

خطرہ ! کیا مطلب ؟ مر جاتے ہیں یہ ؟'' عفیفہ نے پریشان ہو کر پوچھا۔

''ویسے تو سب ہی جانور اور پرندے قدرتی طور پر مرتے ہیں۔ کچھ بھوک سے مرتے ہیں 'کچھ بیماری سے 'کچھ سورج کی تیز گرمی سے 'لیکن کچھ ہماری یعنی انسانوں کی لاپروائی سے بھی مرتے ہیں۔''

''ہماری لاپروائی سے ؟ وہ کیسے مس ؟'' عینی حیران ہو کر بولی۔

''ہم لوگ ساحلوں پر اور سمندروں میں ناکارہ پلاسٹک 'لائٹر 'سگریٹ اور دیگر اشیا پھینک دیتے ہیں۔ یہ پرندے ان کو نگل لیتے ہیں اور پھر مر جاتے ہیں۔'' طالبات مس اسما کی یہ بات سن کر بہت غمگیں ہو گئیں۔

''اتنا خوب صورت پرندہ اور ہماری لاپروائی سے مر جائے۔ یہ کیسی بقیہ ص 19 پر

# ہائے میرا آئی فون!

بنت فاروق محمود

نئے دور میں بھی ایک شیخ چلّی رہا کرتا تھا۔ نام تو اس کا شاہ نواز تھا، مگر لوگ اس کو شیخ چِلّی کہا کرتے تھے، کیوں کہ وہ ہر وقت ڈینگیں مارتا اور خیالی پلاؤ پکاتا رہتا تھا۔ ایک دن اپنے دوستوں سے باتیں کرتے ہوئے اچانک اس نے اپنا رخ دوسری طرف کر لیا، ایک دوست نے پوچھا: ''کیا ہوا؟''

شیخ چِلّی بولا: ''او، یار! وہ بڑے ماموں جا رہے تھے۔ وہ کالی گاڑی دیکھی نا تم نے، وہ انہی کی تھی۔''

''لیکن تمہارے بڑے ماموں تو اسکوٹر پر آتے ہیں۔ میں نے خود دیکھا تھا۔'' ایک دوست نے کہا۔

شیخ چلّی بولا: ''وہ بڑے ماموں نہیں ہیں۔ وہ ان سے چھوٹے والے ہیں۔ بس وہی اسکوٹر والے ہیں خاندان میں، ورنہ سب کے پاس گاڑیاں ہیں۔'' پھر کہا: ''خیر، چھوڑو یار! وہ تم لوگ ذرا دو ہزار روپے اُدھار تو دینا۔''

''وہ تمہارے چاچا، جن کی اسٹیل مِل ہے، ان سے کیوں نہیں مانگ لیتے۔'' ایک دوست بولا۔

اب شیخ چِلّی کو یاد نہیں رہا کہ اس نے کسی ایسے چچا کا تذکرہ بھی کیا تھا، وہ فوراً بولا: ''تم پاگل ہو کیا؟ تم چاہتے ہو کہ چاچا مجھے گولی مار دیں۔''

دوست بولے: ''وہ کیوں۔۔۔؟''

''بے وقوفو۔۔۔! صرف دو ہزار کا سن کر چاچا میرا اگلا دبا دیں گے۔ ایک بار کہہ چکے ہیں: ''ضرورت پڑنے پر تُو آ کر پندرہ بیس لاکھ روپے لے جانا'' اب ان کے پاس دو ہزار مانگو گا تو گولی ہی ماریں گے نا۔۔۔!'' شیخ چِلّی بولا۔

اتنے میں ایک بڑھیا وہاں سے گزری، اس نے شیخ چِلّی کی باتیں سن لی تھیں۔ بڑھیا اس سے بولی: ''اگر تم میرا یہ اُووَن (nevo) گھر تک پہنچا دو گے تو میں تمہیں دو ہزار روپے دوں گی۔ شیخ چِلّی نے یہ سن کر اقرار میں سر ہلایا اور خوشی خوشی بڑھیا کا اُووَن لے کر چلا۔

راستے میں شیخ چِلّی کے دماغ میں خیالی پلاؤ پکنے لگا: "دو ہزار روپے لے کر میں کپڑے خریدوں گا، پھر ان کپڑوں کو ڈبل دام میں بیچوں گا، پھر اس سے جو پیسے ملیں گے، اس سے دوبارہ کپڑے خریدوں گا، پھر جو پیسے ملیں گے اس سے بچت کروں گا۔ بچت کرتے کرتے ایک چھوٹی سی دکان لے لوں گا، پھر تھوڑی اور بچت کر کے موٹر سائیکل لے لوں گا، پھر تھوڑا اور پیسا آئے گا تو کار خرید لوں گا، پھر بڑی دکان لے لوں گا، مزید پیسا آئے گا تو دکان میں دو چار سیلز مین رکھ لوں گا، پھر اور پیسا آئے گا تو پوری مارکیٹ خرید لوں گا، پھر میں بزنس ٹائیکون بن جاؤں گا، ملکی و غیر ملکی دورے کروں گا، پھر میری چین آف بزنس بن جائے گی اور میں بورڈ آف ڈائریکٹرز کا چیف بن جاؤں گا، پھر کسی بزنس مین کی دُختر نیک اختر سے شادی کر لوں گا۔ میری محل نما کوٹھی ہوگی، اس کے پورچ میں لینڈ کروزر اور لیموزین ہوں گی، چھت پر ہیلی کاپٹر ہوگا، میرے بچے ہوں گے، جب وہ تھوڑے بڑے ہوں گے اور اپنے توتلے منہ سے چھوٹی چھوٹی فرمائشیں کریں گے، جنہیں میں پوری کروں گا ایک دن میں اپنا لیٹسٹ ''آئی فون'' استعمال کر رہا ہوں گا تو میرے بچے آ کر کہیں گے:

''پاپا! ہمیں بھی آئی فون دلا دیں۔'' یہ سن کر میں آگ بگولا ہو جاؤں گا اور پھر ان کو جھڑکوں گا: ''ہشت۔۔۔! بڑے آئے ''آئی فون'' مانگنے والے!'' یہ کہتے ہی شیخ چِلّی کا ہاتھ ہوا میں اُڑے گا اور اس کا ''آئی فون'' زمین پر چکنا چور ہو جائے گا۔

اتنے میں شیخ چلی کو ایک چیخ سنائی دی، یہ بڑھیا کی آواز تھی، جس کا اُووَن شیخ چلی ہاتھ سے نیچے پھینک چکا تھا۔ بڑھیا چیخ رہی تھی: ''ہائے، میرا اُووَن۔۔۔! ہائے، میرا اُووَن۔۔۔!''

اب شیخ چلی بھی بڑھیا کی آواز کے ساتھ آواز ملا کر کہہ رہا تھا: ''ہائے، میرا آئی فون۔۔۔! ہائے، میرا آئی فون۔۔۔!''

نتیجہ: اس کہانی سے ہمیں یہ سبق ملا کہ ہم نے شیخ چلی کی طرح ہوائی قلعے نہیں بنانے اور نہ ہی خیالی پلاؤ پکانے ہیں، بلکہ قائدِ اعظم کے قول: ''کام، کام اور بس کام'' کے مقولے پر عمل کرنا ہے، کیوں کہ انسان اور ملک کی ترقی صرف سوچنے سے نہیں ہوگی، بلکہ اس کے لیے عملی کام بھی کرنا چاہیے۔۔۔!

# غرور کا انجام

مریم صدیقی

"عادل بیٹا! آ جاؤ' کھانا کھالو" 'عادل کی امی نے اسے آواز دی۔ وہ ابھی اسکول سے آکر کپڑے تبدیل کرنے گیا تھا

"امی کیا پکایا ہے آج؟" 'عادل نے دستر خوان پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"آج آپ کی پسند کا مٹر پلاؤ بنایا ہے"

عادل مسکرانے لگا اور پھر پلاؤ پلیٹ میں نکال کر کھانا شروع کیا۔

"پرچہ کیسا ہوا آپ کا؟" امی نے لقمہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"امی! اردو کا پرچہ تھا' اچھا ہی ہونا تھا" 'عادل کے لہجے میں خود اعتمادی اور کچھ غرور بھی جھلک رہا تھا۔

"کل کون سا پرچہ ہے؟ آپ کھانا کھا کر تھوڑی دیر سو جایئے گا۔ تا کہ رات دیر تک اچھی طرح تیاری کر سکیں" 'امی کہہ کر پانی پینے لگیں۔

"کل ریاضی کا پرچہ ہے امی اور اس کی تیاری کرنے کی کیا ضرورت ہے' وہ تو میرا پسندیدہ مضمون ہے"۔

"بیٹا! 'مضمون کوئی بھی ہو' پرچے کی تیاری ہر حال میں کرنی چاہیے اور اچھی طرح کرنی چاہیے۔" 'امی نے برتن سمیٹتے ہوئے اسے تاکید کی۔

عادل چھٹی جماعت کا طالب علم تھا۔ اس کا شمار کلاس کے لائق ترین طلبہ میں ہوتا تھا۔ امتحانات کی تیاری اور اسکول کا ہوم ورک وہ خود ہی ذمے داری سے کیا کرتا تھا۔ ہر استاد کا منظور نظر عادل کچھ دنوں سے پڑھائی کے معاملے میں لاپرواہو گیا تھا اور اب تو وہ اکثر کمزور بچوں کا مذاق بھی اڑانے لگا تھا۔ اسے امی نے کئی بار سمجھایا تھا کہ اپنی ذہانت پر غرور کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ یہ تو اللہ کی نعمت ہے جسے وہ دے بھی سکتا ہے اور واپس لے بھی سکتا ہے۔ عادل کے ششماہی امتحانات چل رہے تھے اور وہ آج کل کچھ زیادہ ہی بے فکر نظر آ رہا تھا۔ پچھلے چند دنوں میں عادل کی دوستی محلے کے نالائق اور قدرے بد تمیز لڑکوں سے ہو گئی تھی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ انہیں سمجھا کر پڑھائی کی جانب کرتا لیکن عادل نے ان کی صحبت اختیار کر لی اور پڑھائی سے جی چرانے لگا۔ اس کے دوست اکثر اسے اپنے ساتھ کھلانے کے لیے یہ کہہ دیتے کہ تم تو ذہین ہو' جو پڑھتے ہو فوراً یاد کر لیتے ہو تمہیں پورا پورا دن کتابوں میں سر دیے رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ عادل کے دماغ میں یہ بات بیٹھ چکی تھی کہ اسے محنت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ویسے بھی پاس ہو سکتا ہے۔

دوپہر کو امی کے کمرے میں چلے جانے کے بعد جب اسے یقین ہو گیا کہ اب امی سو گئی ہوں گی' تو وہ دبے پاؤں باہر گلی میں آ گیا۔ جہاں اس کے چند نئے دوست علی' احد' فراز' صدیق اور حسن اس کے منتظر تھے۔ عادل کے آتے ہی انہوں نے کرکٹ میچ کھیلنا شروع کر دیا۔ کافی دیر بعد عادل کو گھر جانے کا خیال آیا' ایسا نہ ہو امی اٹھ گئی ہوں۔ امی کو اس کا باہر گلی میں کھیلنا بالکل پسند نہیں تھا۔ عادل جیسے آیا تھا' ویسے ہی خاموشی کے ساتھ اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گیا۔ وہ آتے ہوئے گھر کا دروازہ ذرا سا کھلا چھوڑ آیا تھا۔

شام کو امی نے اسے پرچے کی تیاری کرنے کو کہا' جب وہ مکمل انہماک کے ساتھ ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھا۔

"امی تیاری تو میں نے دوپہر میں ہی کر لی تھی" 'اس نے صفائی سے جھوٹ بولا۔

"اچھا میں ذرا کاموں سے فارغ ہو جاؤں پھر ٹیسٹ لیتی ہوں" 'امی کہہ کر باورچی خانے میں چلی گئیں اور عادل ٹی وی دیکھنے میں مصروف رہا۔

امی کاموں سے فارغ ہو کر عادل کے کمرے میں آئیں تو وہ بے خبر سو رہا تھا۔ انہوں نے اسے مسکرا کر دیکھا اور پیار کیا اور لائٹ بند کر کے باہر آ گئیں۔

عادل اسکول پہنچ کر بے فکر سا ٹہل رہا تھا۔ پرچہ شروع ہونے میں ابھی کچھ وقت تھا۔ تمام طلبہ کاپیاں کھولے اسباق دہرانے میں مصروف تھے۔ ہر کوئی ایک دوسرے سے ان کی تیاری کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ سمیع نے بھی عادل سے اس کی تیاری کے بارے میں پوچھا' اس سے قبل عادل کچھ کہتا' ساتھ بیٹھے حماد نے کہا" عادل تو جینئیس ہے' اسے ہماری طرح رٹے لگانے کی کہاں ضرورت ہے۔ یہ تو ہم ہیں جنہیں آخری وقت تک ہر چیز دہرانی پڑتی ہے"۔ حماد کے لہجے میں رشک و حسد صاف محسوس کیا جا سکتا تھا۔

بات کے دوران ہی عادل کی نظر حماد کے ہاتھ میں موجود انگریزی کی کاپی پر پڑی۔ لمحہ بھر کو عادل چونکا۔ آج تو ریاضی کا پرچہ ہے حماد یہ کیا یاد کر رہا ہے۔ عادل اسے ٹوکنے ہی لگا تھا کہ اس کے اندر سے آواز آئی "تمہیں کیا ضرورت پڑی ہے اسے خبردار کرنے کی' اچھا ہے غلط پرچے کی تیاری کر کے آیا ہے' فیل ہو جائے گا اور تمہیں کوئی پریشانی بھی نہیں ہو گی کہ یہ پہلی پوزیشن نہ لے"۔ عادل خاموشی سے حماد کو سوال جواب دہراتا دیکھتا رہا اور اندر ہی اندر مسکراتا رہا۔

بیل کی آواز پر تمام طلبہ کلاس کی جانب بڑھنے لگے جب حماد نے عادل کو بیسٹ آف لک کہا اور عادل کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ حماد کا شمار بھی کلاس کے بہترین طلبہ میں ہوتا تھا لیکن وہ ہمیشہ عادل سے چند نمبروں کی وجہ سے پیچھے رہ جاتا تھا۔ دونوں میں ہمیشہ آگے بڑھنے کے لیے سرد جنگ جاری رہتی۔ آج عادل دل ہی دل میں اپنے کارنامے پر بے حد خوش تھا۔ جب ٹیچر نے اس کے سامنے انگریزی کا پرچہ لا کر رکھا۔ جسے دیکھ کر عادل کے اوسان خطا ہو گئے۔ انگریزی کی تو کاپی بھی اس نے کئی دن سے کھول کر نہیں دیکھی تھی۔ اب وہ خوب پچھتایا کہ کاش وہ لاپروائی نہ کرتا۔

جیسے تیسے پرچہ حل کر کے عادل کمرہ امتحان سے باہر آیا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ کہیں بیٹھ کر بہت زیادہ روئے۔ اس کی حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی' غرور اور حماد کو ناکام دیکھنے کی خواہش میں آج وہ خود ہی اس حال میں تھا۔ اس کا پرچہ بالکل بھی اچھا نہیں ہوا تھا۔ اسے سمجھ آ گیا تھا کے جو دوسروں کے لیے برا سوچتے ہیں ان کے ساتھ بھی برا ہوتا ہے۔

"گڈو بیٹا، آپ نے اسکول کا ہوم ورک کر لیا؟" امی نے صحن میں فٹ بال سے کھیلتے ہوئے گڈو میاں کو کچن کی کھڑکی سے آواز لگائی۔

"کرتا ہوں امی۔" گڈو میاں مسلسل پیروں سے بال کو اچھالنے میں مصروف تھے۔

"بیٹا آپ عصر کے بعد سے کہہ رہے ہیں: ابھی کرتا ہوں، ابھی کرتا ہوں، اب مغرب ہونے والی ہے۔ رات میں اکثر بجلی چلی جاتی ہے اور ہوم ورک مشکل ہو جاتا ہے۔ آپ پڑھائی اور کھیل کا ایسا ٹائم ٹیبل کیوں نہیں بنا لیتے کہ دونوں ہی کام وقت پر اور خوش اسلوبی سے مکمل ہو جائیں۔"

"امی کیا مصیبت ہے۔ ہر وقت بس پڑھتے ہی رہو۔ ہوم ورک، ٹیسٹ، یہاں تک چھٹیوں تک میں بھی ہوم ورک۔ میں تو تنگ آ گیا ہوں۔"

گڈو میاں کے چہرے اور لہجے سے سخت بے زاری ٹپک رہی تھی وہ اب فٹ بال چھوڑ کر امی کے پاس آ گئے تھے۔ امی نے ان کے بالوں میں پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"بری بات ہے بیٹا، علم کے لیے محنت کا حکم ہمارے دین میں بھی ہے اور پوری دنیا میں انسان چاہے کسی بھی نسل، مذہب اور قوم سے تعلق رکھتے ہوں اگر وہ تعلیم یافتہ نہ ہوں تو انہیں دنیا میں عزت ملتی ہے نہ مقام۔"

"مگر امی روز روز کے ہوم ورک اور اسکول جانے سے تنگ آ گیا ہوں۔" گڈو میاں کچھ اور کہنے ہی لگے تھے کہ مغرب کی اذان شروع ہو گئی، امی نے سر پر دوپٹا جماتے ہوئے گڈو میاں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا تو گڈو میاں نے بھی مسجد کی طرف قدم بڑھا دیے۔

گڈو میاں شروع سے ہی اسکول، پڑھائی اور ہوم ورک کے نام سے چڑتے تھے۔ وہ چوتھی کلاس میں آ گئے تھے۔ اب تو ان کا چھوٹا بھائی بلو بھی اسکول جانے لگا تھا۔ لیکن بلو میاں اسکول اور ہوم ورک سے چڑتے نہیں تھے۔ پڑھائی کے شوق اور لگن کی وجہ سے بلو میاں مسلسل نمایاں پوزیشن حاصل کر رہے تھے۔ امی ابو بہت خوش تھے کہ ان کا دوسرا بیٹا پڑھائی میں اچھا ہے۔

موسم سرما کی چھٹیاں ہوئیں تو گڈو اور بلو میاں کے ماموں جان کشمیر سے کراچی اپنی بہن سے ملنے آئے وہ سب کے ساتھ گڈو میاں اور بلو میاں کے لیے بھی کپڑے اور کھلونے لے کر آئے۔ سب ہی بہت خوش تھے، مگر پھر اچانک گڈو میاں خاموش رہنے لگے۔ اس بات کو سب سے زیادہ امی جان نے محسوس کیا۔ اس لیے ایک رات جب سب سو گئے تو وہ گڈو میاں کو لے کر صحن میں آ بیٹھیں اور انہیں اپنی گود میں بٹھا کر پوچھا:

"بیٹا میں ایک ہفتے سے دیکھ رہی ہوں کہ آپ بہت خاموش رہتے ہیں ماموں جان اور بلو کے ساتھ کرکٹ بھی نہیں کھیلتے۔ نہ ان کے ساتھ باہر گھومنے جاتے ہیں، کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر الگ رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیا آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں؟"

"نہیں امی میں بالکل ٹھیک ہوں۔" گڈو میاں نے ہلکی سی آواز میں کہا۔

"پھر آپ اتنے خاموش کیوں رہنے لگے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے بچوں کو ہر

# چاند اور تارے

سویرا فلک

بات اپنے ابو امی سے ضرور شیئر کرنی چاہیے کیوں کہ وہ انہیں سب سے زیادہ چاہتے اور ان کا خیال رکھتے ہیں اس لیے مجھے بتائیے کیا بات ہے میں بہت فکر مند ہوں۔"

امی کا پیار بھرا لہجہ اور محبت بھری باتوں سے گڈو میاں کا دل بھر آیا اور وہ رونے لگے۔امی نے انہیں گلے لگایا، پیار کیا اور تسلی دی تو انہوں نے کہا۔

"امی جان جب سے ماموں آئے ہیں، سب لوگ ان سے ببلو کی تعریفیں کرتے ہیں۔ ماموں جان بھی ہر کام کے لیے ببلو کو آوازیں دیتے ہیں، کوئز کھیلنا ہو تو بھی ماموں جان ببلو کو ہی بلاتے ہیں۔یہاں تک کہ ابو بھی ہر وقت یہی کہتے ہیں کہ "ببلو میرا پیارا بیٹا ہے" تو کیا میں ابو کا پیارا بیٹا نہیں یا پھر ماموں جان مجھے پسند نہیں کرتے؟ گڈو میاں کا اداس چہرہ دیکھ کر اور معصوم سوال سن کر امی کو ان پر اور پیار آگیا، انہوں نے پہلے گڈو میاں کے آنسو پونچھے پھر کہا:

"بیٹا! مجھے بہت خوشی ہے کہ آپ نے اپنے دل کی بات مجھے بتائی اب آپ میری بات دھیان سے اور اطمینان سے سنیں اور سمجھیں، بیٹا بعض دفعہ انسان جو کر رہا ہوتا ہے وہ جان بوجھ کر نہیں کر رہا ہوتا بلکہ حالات و واقعات کے تحت یہ سب کچھ اس سے ہوتا ہے جیسے آپ کے ابو اور ماموں جان کا ببلو کو اہمیت دینا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں کسی بات پر بھی فوری ردِ عمل ظاہر نہیں کرنا چاہیے جیسے آپ ببلو میاں کو اہمیت دیے جانے پر ناراض ہو گئے۔ ہمیشہ بات کی وجہ جاننے کی کوشش کرنی چاہیے اس طرح سچ ہمارے سامنے آتا ہے۔ اب اگر آپ ببلو میاں کو اہمیت دیے جانے کی وجہ پر غور کرتے تو آپ کو سچ معلوم ہوتا کہ ببلو میاں شوق اور لگن سے علم حاصل کرتے ہیں، اسی وجہ سے انہیں پوزیشن ملتی ہے۔ ببلو نے اپنے آپ کو ہونہار، چست اور ذہین ثابت کر دیا ہے اب آپ یہی دیکھیے کہ ببلو میاں نے اپنی ٹیچر کی ہدایت کے مطابق پڑھائی اور کھیل کا ٹائم ٹیبل بنایا اور کیسے وقت سے پہلے انہوں نے موسم سرما کا ہوم ورک مکمل کر لیا۔ میرے بیٹے اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا، چرند پرند اور انسان یعنی پوری کائنات ایک مقصد کے تحت بنائی ہے۔ ہر شے کے حصے کچھ کام مقرر کیے اور ان کاموں کے لیے وقت مقرر کیے جیسے سورج صبح طلوع ہو کر دن کے شروع ہونے کا پتا دیتا ہے۔ انسان کو عقل دے کر اسے اشرف المخلوقات اسی لیے بنایا کہ وہ اپنی عقل کا استعمال کر کے اپنی زندگی اچھے نیک اور با مقصد کاموں میں گزارے ورنہ کیا آپ نے کبھی کسی چڑیا، گھوڑے یا ہاتھی کو بستہ لیے اسکول جاتے دیکھا ہے؟"

امی نے گڈو میاں کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا تو انہیں ہنسی آگئی۔

"یہ ہوئی نا بات۔ دل کی بات امی ابو سے کرنے سے کتنا فائدہ ہوتا ہے امید ہے میرا بیٹا میری باتیں سمجھ گیا ہو گا؟ امی نے کہا تو گڈو میاں امی کے گلے لگ گئے اور کہا۔ "میں سمجھ گیا ہوں امی جان کہ چاند تاروں کی طرح چمکنے اور سب کا من پسند بننے اور سب میں اچھا نظر آنے کے لیے ضروری ہے کہ میں کام کروں، محنت کروں۔ یہی بات ہماری درسی کتاب میں موجود نظم "چاند تارے" میں بھی ہے مگر پہلے یہ نہیں سمجھ سکا۔"

"اچھا، مجھے بھی تو سنائیں وہ نظم۔" امی نے گڈو میاں کا ماتھا چوم کر کہا تو وہ لہک لہک کر علامہ اقبال کی نظم سنانے لگے:

ڈرتے ڈرتے دمِ سحر سے
تارے کہنے لگے قمر سے
نظارے رہے وہی فلک پر
ہم تھک بھی گئے چمک چمک کر
کام اپنا ہے صبح و شام چلنا
چلنا چلنا مدام چلنا
بے تاب ہے اس جہاں کی ہر شے
کہتے ہیں جسے سکوں نہیں ہے
ہوگا ختم یہ سفر کیا
منزل کبھی آئے گی نظر کیا
کہنے لگا چاند ہم نشینو!
اے مزرعِ شب کے خوشہ چینو
جنبش سے ہے زندگی جہاں کی
یہ رسم قدیم ہے یہاں کی
ہے دوڑتا اشہبِ زمانہ
کھا کھا کے طلب کا تازیانہ
اس راہ میں مقام بے محل ہے
پوشیدہ قرار میں اجل ہے
چلنے والے نکل گئے ہیں
جو ٹھہرے ذرا کچل گئے ہیں
انجام ہے اس خرام کا حسن
آغاز ہے عشق، انتہا حسن

# پیارے بچو!

کوئی بہت خاص مہمان آنے والا ہے

یاد ہے نا آپ کو رمضان آنے والا ہے

جی تو بچو رمضان اور اللہ کی رضا حاصل کرنے والا مہینا آرہا ہے کیوں نہ ہم رحمتوں برکتوں اور مغفرت والے مہینے میں ڈھیر ساری رحمتیں حاصل کر لیں اس کے لیے رمضان کا کوئی بھی لمحہ ذکر و عبادت سے خالی نہ جانے دیں پہلے عشرے میں رحمت کی دعائیں پڑھیں دوسرے میں مغفرت کی دعائیں پڑھیں اور تیسرے عشرے میں آگ سے خلاصی کی دعائیں پڑھیں اور اپنی عبادات کی حفاظت اپنے اخلاق کے ذریعے کریں اور لوگوں کو معاف کر دیں اور اچھے اخلاق سے پیش آئیں۔۔۔

جی۔۔ تو کرتے ہیں نا پیارے بچے وعدہ۔۔۔!!!

## ماہنامہ فہمِ دین اپریل کے سوالات

| | |
|---|---|
| سوال نمبر 1 | آتجھ کو بتاؤں تقدیرِ امم کیا ہے : شمشیر و سناں اول' طاؤس و رباب آخر۔ یہ شعر کس کا ہے؟ |
| سوال نمبر 2 | موت کے وقت کون سے بزرگ یہ کہہ کر رو رہے تھے : ''میں شدید گرمیوں کے روزے چھوٹنے پر رو رہا ہوں'' |
| سوال نمبر 3 | مصافحہ ایک ہاتھ سے سنت ہے یا دونوں ہاتھ سے؟ |
| سوال نمبر 4 | بالی کیوں اداس رہنے لگی تھی؟ |
| سوال نمبر 5 | راحیل درخت پر کیسے چڑھا؟ |

## انعامات جیتنے کی نئی ترتیب

پیارے بچو! ماہ نامہ فہم دین کی سابقہ ترتیب یہ تھی کہ ایک شمارہ آپ کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور اس کے بعد والا شمارہ پریس میں ہوتا تھا' اس لیے ہم ایک شمارہ چھوڑ کے اس سے اگلے والے شمارے میں آپ کے سوالات کے جوابات بتا بھی دیتے تھے اور درست جواب دینے والوں کے نام بھی ذکر کر دیتے تھے' مگر پچھلے شمارے میں جیسا کہ آپ کے علم میں ہے' کچھ ناگزیر وجوہات کی وجہ سے رسالہ پریس میں کافی تاخیر کا شکار ہو گیا تھا' جس کے بعد ماہ نامہ فہم دین نے تین شمارے ایڈوانس تیار کر کے پریس کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا ہے' تاکہ دوبارہ اس قسم کی انہونی سے بچا جا سکے' جس کی وجہ سے آپ کے ارسال کردہ جوابات ایک شمارے کے بعد شائع کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں رہا' چناں چہ آئندہ سے ترتیب یہ ہو گی کہ کسی بھی شمارے میں ذکر کردہ سوالات کے جوابات تین شمارے چھوڑ کے چوتھے شمارے میں شائع کیے جائیں گے' جیسے یہ جنوری کا شمارہ ہے تو اس کے درست جوابات مئی کے شمارے میں شائع کیے جائیں گے مگر یہ وضاحت بھی کرتا چلوں کہ جوابات ارسال کرنے کی آخری تاریخ اسی ماہ کی بیس تاریخ ہو گی' جیسے جنوری کے شمارے کے جوابات ارسال کرنے کی آخری تاریخ صرف بیس جنوری ہو گی۔ اس کے بعد ارسال کردہ جوابات مقابلے میں شامل نہیں سمجھیں جائیں گے' بلکہ پھر میگزین کے پریس چلے جانے کی وجہ سے ہم شامل کر بھی نہیں سکیں گے۔

# PERVAIZ UMAR
## ENTERPRISE

**Highly Experienced Clearing & Forwarding Agents**
**Advisors and Attorneys in Customs Cases**

We are a leading CLEARING, FORWARDING concern operating in Pakistan. We excel to the entire satisfaction of our long list of clientele who have always reposted their complete confidence on us. Imbued with this sense of achievement, we are proud of our countrywide clientele of repute. We are approved and enlisted Clearing and Forwarding Agents of all Commercial and National Banks in Pakistan.

We have vast experience of handling more than 65% imports of Heavy Plants, Machinery and Turn-Key Projects of "Textile, Sugar, Cement and Power Sectors" besides other industrial raw material and commercial consignments, which have enabled us to adopt and handle all sorts of imports and have become our permanent business associates.

**Head Office, Karachi**

1st Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road
TEL: 021-32630724 - 32633641 FAX: 021-32633646
EMAIL: pervaizumar@hotmail.com
headoffice@pervaizumarenterprise.com

**Branch Office, Lahore**

19-G, Gulberg II, Lahore.
Tel: 042-35764929 - 35764933
Fax: 042-35764934

# ایک چیونٹی کا قصہ

ضیاء اللہ محسن

ایک چیونٹی کا قصہ سناؤں تمھیں
حال ننھے سے دل کا بتاؤں تمھیں

روز کرتی تھی وہ اپنے ربّ سے دعا
مالکِ دو جہاں، مجھ کو کعبہ دِکھا

تُو دکھا دے مجھے روضۂ مصطفیٰ
میں دل و جان سے اُن پہ ہوں گی فدا

اِک تڑپ میرے دل میں ہے دیدار کی
ایک چھوٹی سی خواہش ہے لاچار کی

میں بھی دیکھوں مدینے کی وہ رونقیں
جن کی برکت سے برسیں وہاں رحمتیں

تیری ننھی یہ مخلوق مجبور ہے
اس کی منزل یہاں سے بہت دور ہے

کس طرح جاؤں؟ کوئی سہارا نہیں
تیرے در کے سوا کوئی چارہ نہیں

روز خالق سے کرتی تھی وہ التجا
گڑگڑا کر خدا سے وہ کرتی دعا

دن یوں ہی رفتہ رفتہ گزرنے لگے
بخت چیونٹی کے آخر سنورنے لگے

ربّ کی رحمت برس ہی پڑی دوستو
آئی ایسی مبارک گھڑی دوستو

ننھی چیونٹی تھی محوِ دعا ایک دن
تب کرم میرے ربّ کا ہوا ایک دن

ایک بسترسے اس کا گزر جو ہوا
بیگ تھا سامنے ایک رکھا ہوا

جس میں کپڑے تھے یا کوئی سامان تھا
یہ مسافر تو اللہ کا مہمان تھا

راستہ بھول کر بیگ میں جا پڑی
ننھی چیونٹی اندھیرے میں تھی اب کھڑی

سوچتی تھی کہ ہائے کہاں کھو گئی
تھک کے ہاری تو آخر وہیں سو گئی

اب مسافر سفر پر روانہ ہوا
ذوق دیدار کا اک بہانہ ہوا

وہ فضاؤں، ہواؤں سے ہوتا ہوا
اور لبیک لبیک کہتا ہوا

جب حجازِ مقدس پہ رکھا قدم
جسم لرزاں تھا، آنکھیں ہوئیں خوب نم

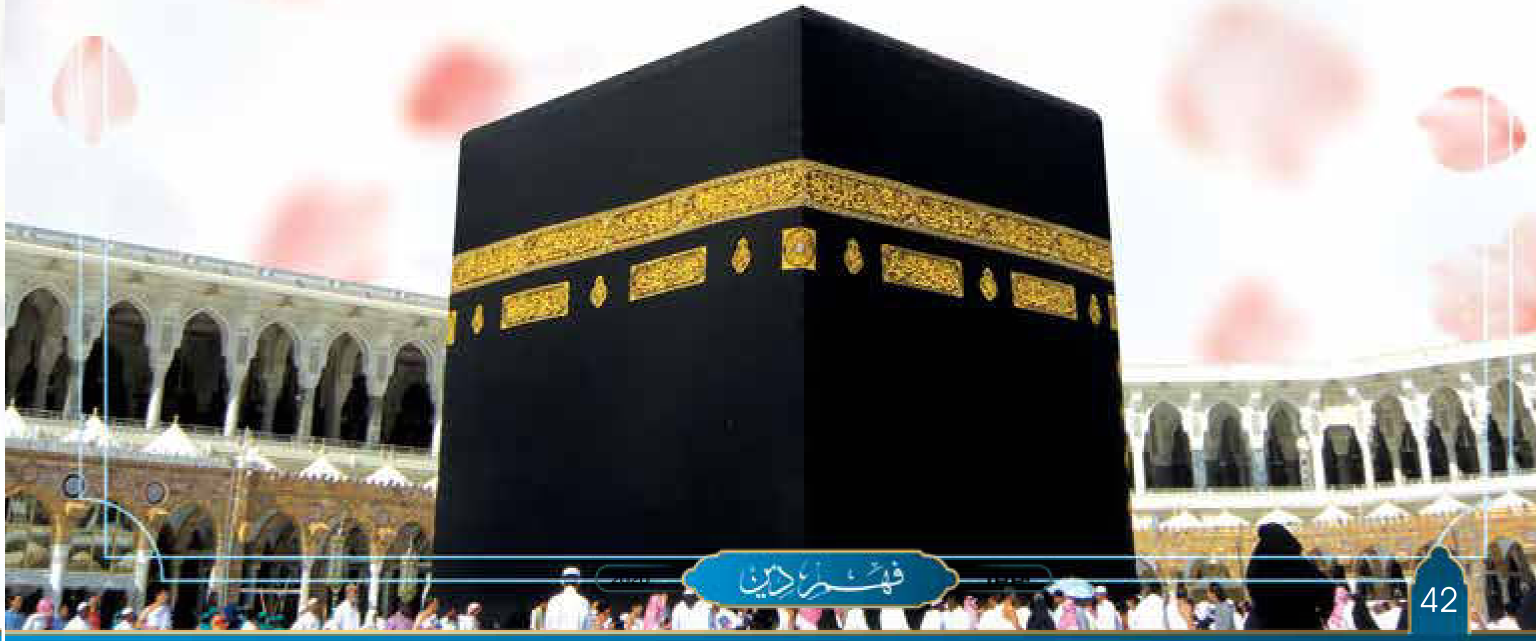

آئی باہر تو چیونٹی نے دیکھا وہاں
کس قدر نور ہی نور کا ہے سماں

ساری محرومیوں کا ازالہ ہوا
ننھی چیونٹی کے من میں اجالا ہوا

فرطِ جذبات سے جیسے تھرّا گئی
دیکھ کر رب کا گھر آنکھ بھرّا گئی

رو کے کرنے لگی اپنے ربّ سے دعا
میرے مالک، ہے ہر دم ترا شکریہ

تُو نے مجھ کو بلایا یہ احسان ہے
ایک ننھی سی جاں تیری مہمان ہے

دل سے لبیک لبیک کہتے ہوئے
اشک پھر اس کی آنکھوں سے بہنے لگے

یہ کہا اور پھر مسکرانے لگی
گرد کعبے کے چکر لگانے لگی

پیاس زم زم سے اپنی بجھانے لگی
حمدِ باری تعالیٰ سنانے لگی

کر لیا اس نے جی بھر کے دیدار جو
ہو گئی رب کی رحمت سے سرشار وہ

دل میں مچلی یہ خواہش، مدینے چلوں
روضۂ مصطفیٰ کے نظارے کروں

کام اس طرح یہ بھی عجب ہو گیا
اک مسافر ہی اس کا سبب ہو گیا

وہ جو پہنچی مدینے تو قسمت کھلی
جلوے طیبہ کے بس دیکھتی رہ گئی

سبز گنبد کا دیدار کرنے لگی
نغمہ صلِ علیٰ کا وہ پڑھنے لگی

وہ نبی، جو غریبوں کا تھا آسرا
وہ نبی، کوئی اس سا نہ ہے دوسرا

جو یتیموں، ضعیفوں کا غم خوار تھا
بے کسوں اور غلاموں کا دل دار تھا

جس کی آمد سے مہکے ہیں کون و مکاں
جس کی خاطر بنائے گئے دو جہاں

وہ نبی جس نے جینا سکھایا ہمیں
کون کیسا ہے ربّ، یہ بتایا ہمیں

سارے نبیوں سے افضل ہے شان آپؐ کی
کیسے تعریف کر دوں بیان آپؐ کی

رحمتوں کے سمندر میں بہنے لگی
دل ہی دل میں وہ خود سے یہ کہنے لگی

اب تلک کا مرا یہ سفر خوب ہے
میرے پیارے نبیؐ کا نگر خوب ہے

لب پہ نعتِ نبیؐ گنگنانے لگی
اور قدم آگے آگے بڑھانے لگی

کہتی جاتی تھی دل پہ سکون چھا گیا
زندگی کا قسم سے مزح آگیا

مر بھی جاؤں اگر اب، کوئی غم نہیں
اِس سے بڑھ تو اب کوئی مرہم نہیں

دل کی ساری مرادیں جو پوری ہوئیں
اک تمنا کہ موت آئے مجھ کو یہیں

آرزو یہ بھی چیونٹی کی پوری ہوئی
ایک حاجی کے پاؤں تلے مر گئی

# گلدستہ

ترتیب و پیش کش: محمد اطہر فتح پوری متعلّم جامعہ بیت السلام

## استاذ کی دعا

حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے استادِ محترم کے لیے سردی کے موسم میں قرب وجوار کی بستیوں سے گوبر کے اوپلے خشک اکٹھے کر کے پانی گرم کرتے اور استاد محترم کی خدمت میں پیش کرتے۔ استاد محترم مغرب اور عشاء کا وضو بھی اسی پانی سے کرتے۔ ایک رات سخت سردی پڑ رہی تھی اور بوندا باندی بھی شروع تھی۔ آگ سلگاتے رات کا کافی حصہ گزر گیا۔ تہجد کے وقت استاد جاگے تو خیال کیا کہ سردی کا موسم ہے شاید "احسان احمد" نے پانی گرم نہ کیا ہو اور تہجد کی نماز قضا ہو جائے لیکن آپ استاد محترم کے لیے سراپا انتظار تھے۔ خلاف توقع جب پانی کا لوٹا ہاتھ میں تھمایا اور استاد محترم نے سخت سردی کے عالم میں جب گرم پانی ہاتھ پر انڈیلا تو دل سے دعا نکلی اور سرائیکی زبان میں فرمایا "احسان تو میری خدمت کیتی اے خدا راضی تھیوی میں راضی ہاں وقت آسی کہ بادشاہ وی تیڈیاں جتیاں سیدھی کرسیں۔" یعنی احسان تو نے میری خدمت کی ہے میں تجھ سے راضی ہوں خدا تعالیٰ بھی تم سے راضی ہو۔ ان شاء اللہ وقت آئے گا کہ بادشاہ بھی تیری جوتیاں سیدھی کریں گے۔ اللہ اللہ

قاضی احسان رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے استاد محترم کی دعا کی تکمیل اپنی آنکھوں سے یوں دیکھی کہ جب میں قلات کے والی کے ہاں مہمان ہوا تو دعوت سے فراغت کے بعد والیٔ قلات نے میری جوتیاں اٹھا کر سامنے رکھ دیں۔

(قاضی احسان احمد سوانح وافکار صفحہ 03)

## حمدِ باری تعالیٰ

اے خداوندِ جہاں پروردگار چار سُو
تیرا چرچا سُو بہ سُو ہے، ذِکر تیرا کُو بہ کُو
شش جہت میں دیکھتا ہوں تیری قدرت کے نشاں
پتے پتے، قطرے قطرے، ذرّے ذرّے میں ہے تو
اس سے بڑھ کے کچھ نہیں صرفِ قلب و زباں
ہو زباں پر ذِکر تیرا، دِل میں تیری آرزو
جسمِ نامی میں کہاں تھی پھولنے پھلنے کی تاب
تو نے ہر شے کو ودیعت کردیا ذوقِ نمو
تیرے ہی احکام سے ہوتے ہیں سب حرکت پذیر
ابر و باراں، باد و شبنم اور صحراؤں کی لو
گیت گاتی ہے ترے یہ کائناتِ ہست و بود
نام لیتا ہے ترِا ہر طائر رنگیں گلو
کہکشاؤں اور خلاؤں میں بھی جاری تیرا حکم
بے زبانوں کی زباں پر بھی رہے اللہ ہُو
ہر قدم پر جب اسے ملتے ہیں تیرے ہی نقوش
ہر دل حیرت زدہ کرتا ہے تیری جستجو
جب کبھی اُٹھتی ہے تیری سمت عاصیؔ کی نظر
حوصلہ دیتی ہے بڑھ کر آیۃ لا تقنطو
گھر کے آتے ہیں تری رحمت کے بادل اے کریم
جب گلوں ہوتا ہے دل جب آنکھ کرتی ہے وضو
تو ہی ہے ٹوٹے دلوں کی آخری اُمید گاہ
تیری جانب سے ہٹے جو آنکھ، روتی ہے لہو
صدقۂ خیرالوریٰ دونوں جہاں میں خیر کر
ہاتھ میں تیرے ہے نازشؔ قادری کی آبرو

محمد حنیف نازشؔ قادری

## نعت شریف

دید کی، دل میں طلب رکھنا بھی توصیف حضور
ہجر میں آنسو بہا دینا بھی اُن کی نعت ہے
لیکن ایسا ہے کہ اپنے عہد پُر آزار میں
زخم کھا کر مسکرا دینا بھی اُن کی نعت ہے
نفرتوں کی گرد دھو دینا بھی ہے اُن کی ثنا
بغض کے شعلے بجھا دینا بھی اُن کی نعت ہے
چاہتوں کے پھول برسانا بھی ہے مدحِ رسول
عدل کے موتی لُٹا دینا بھی اُن کی نعت ہے
یوں ہی چلتے میں کسی کا پاؤں زخمی ہو نہ جائے
دلوں کے کانٹے ہٹا دینا بھی اُن کی نعت ہے
ہر بدی، ہر شیطنیت، ہر فتنہ، ہر تخریب کو
قبر میں گہرا دبا دینا بھی اُن کی نعت ہے
ہر شرافت کو تحفظ کی ضمانت بخشنا
ہر شرارت کو مٹا دینا بھی اُن کی نعت ہے

# آپ کے اشعار

بچے جوان ہو کے ہمارے ہمیں کہیں کیا؟
بچپن میں جب پڑھائیں انہیں بھوت پریت ہم
(قتیل شفائی)

مانا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں
تو میرا شوق دیکھ، میرا انتظار دیکھ
(علامہ اقبال)

یہ کس مقام پہ تنہائی سونپتے ہو مجھے
کہ اب تو ترکِ تمنا کا حوصلہ بھی نہیں
(ناصر زیدیؔ)

تمہیں تو سب سے پہلے بزم میں موجود ہونا تھا
یہ دنیا کیا کہے گی شمع پروانوں کے بعد آئی
(نظیر کھتوری)

دل کو برباد کرکے بیٹھا ہوں
کچھ خوشی بھی ہے کچھ ملال بھی ہے
(جگر مرادآبادی)

کھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ
شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے
(مرزا غالب)

وابستہ میری یاد سے کچھ تلخیاں بھی تھیں
اچھا کیا جو مجھ کو فراموش کردیا
(احسن لطیفی)

مرے غم گسار بن کر مری زندگی سے کھیلے
مرے دشمنوں میں رہ کر میری دوستی سے کھیلے
(زخمیؔ اکبرآبادی)

اتنا تو کم از کم کھوجائے انسان تلاشِ منزل میں
منزل کا ذرا بھی ہوش نہ ہو اور سامنے منزل آجائے
(بہزادؔ لکھنوی)

انہیں اُس کھلی فضا میں کوئی گوشتہ فراغت
یہ جہاں عجب ہے، نہ قفس، نہ آشیانہ
(اقبال)

# بچوں کے ذریعے جھوٹ بلوانا

ہمارے معاشرے میں یہ بات عام ہے کہ ایک شخص آپ کے گھر آپ سے ملنے کے لیے آیا یا کسی کا فون آیا اور بچے نے آکر آپ کو اطلاع دی کہ فلاں صاحب آپ سے ملنے کے لیے آئے ہیں' اب آپ کا ان صاحب سے ملنے کا دل نہیں چاہ رہا' اس لیے بچے سے کہلا بھیجا کہ ابو گھر پر نہیں ہیں۔ اب بچہ یہ دیکھ رہا ہے کہ ابا جان گھر پر موجود ہیں لیکن موجود ہونے کے باوجود مجھ سے کہلوا رہے ہیں کہ جا کر جھوٹ بول دو۔ آج بچے کو جھوٹ بولنے کی عادت ڈالی ہے تو کل کس منہ سے روکیں گے کہ جھوٹ مت بولو؟ اس بچے کو جھوٹ کی عادت پڑ جائے گی تو اس گناہ میں آپ بھی برابر کے شریک ہوں گے۔ جو آدمی جھوٹ بولنے کا عادی ہوتا ہے تو دنیا میں کہیں بھی اس پر اعتماد نہیں کیا جاتا' اس پر بھروسا نہیں ہوتا۔ اس لیے بچوں کے ساتھ معاملات میں خاص طور پر بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ بچوں کو سچائی سکھائی جائے' ان کو امانت داری سکھائی جائے' ان کو وعدے کی پابندی سکھائی جائے۔

(اکابر کا تقویٰ ص46)

# درگزر کا عجیب واقعہ

ایک دفعہ ایک نادان طبیب نے غلطی سے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ کو زہر دے دیا' فوراً آپ کو قے ہو گئی' بعد میں تشخیص سے پتا چلا چند منٹ قے نہ ہوتی تو جاں بری محال تھی۔۔

حضرت مولانا سے جس کو ذرا بھی تعلق ہوتا وہ حکیم صاحب پر آنکھیں نکالتا اور ان کی صورت سے بے زار ہو گیا مگر آپ کے لیے حکیم صاحب کی ندامت اور اپنے خدام کی ان سے یہ وحشت ایک مستقل تکلیف بن گئی کہ وہ بھی کتمان اور ضبط میں رہی جس کا اثر یہ تھا کہ حکیم صاحب تشریف لاتے تو آپ ان کو سب سے الگ اپنے پاس چارپائی پر بٹھاتے اور وہ تشخیص کے بعد جو دوا بتاتے تو آپ استعمال فرماتے ورنہ ان سے ایسی باتیں کرتے جس سے ان کو یقین ہو جاتا کہ حضرت میرے علاج کے معتقد اور میری حذاقت و مزاج شناسی کے معترف ہیں اور مخلص خدام سے ایک مرتبہ نرم لہجے میں اس طرح فرمایا:

"حکیم صاحب تو میرے محسن ہیں، غلطی تو ہر بشر سے ہوتی ہے مگر جو کچھ انہوں نے محبت و شفقت ہی کی نیت سے کیا ان کو کوئی ترچھی نظر سے دیکھتا ہے تو میرے دل پر برچھی لگتی ہے۔ فاعل مختار بجز اللہ تعالیٰ مولائے کریم کے کوئی نہیں جو ہوا وہ اس کی مشیت سے ہوا پھر کسی کو کیا حق ہے کہ آلہ و اوزار کو سرزنش کرے۔

(اکابر کا تقویٰ ص46)

## بیت السلام ایجوکیشنل سسٹم کے زیرِ انتظام

# بنیادی تعلیم کے 380 مراکز

رپورٹ: مفتی اسد اللہ

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ نے اپنے ایجوکیشنل پروگرام کے تحت 2011ء میں ابتدائی دینی اور بنیادی عصری تعلیم کے مراکز کا آغاز کیا۔ ابتدا اندرون سندھ سے کی گئی، جہاں شرح خواندگی نہ ہونے کے برابر تھی۔ الحمدللہ! اِس وقت پاکستان بھر میں بنیادی تعلیم کے ان مراکز کی تعداد 380 ہو گئی ہے، جن میں 35 ہزار سے زیادہ بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں، انہی مراکز کے ذریعے ان بچوں کے گھر والوں کے لیے موسم سرما کے لیے گرم لباس، رمضان میں بالخصوص اور دیگر مختلف مواقع پر بھی راشن اور وقتاً فوقتاً گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔ انہی مراکز کے زیر انتظام عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کا گوشت پس ماندہ بستیوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

حال ہی میں شکارپور اور سندھڑی کے مراکز کو اپ گریڈ کیا گیا ہے اب یہ مراکز باقاعدہ حکومتی تعلیمی بورڈ سے منسلک ہیں اور یہاں میٹرک تک تعلیم دی جا رہی ہے۔ بیت السلام بنیادی تعلیم کے ان مراکز کی تعداد 1000 تک کرنا چاہتا ہے۔ اور ان شاء اللہ آہستہ آہستہ تمام مراکز کو شکارپور اور سندھڑی کے مراکز کی طرح اپ گریڈ کیا جائے گا، جس کے بعد ہزارہا طلبہ نہ صرف بنیادی تعلیم پا سکیں گے، بلکہ میٹرک تک کی انہیں معیاری تعلیم کی سہولت حاصل ہو گی۔

ان مراکز میں مختلف قسم کی ورک شاپ بھی منعقد کی جاتی ہیں، کچھ ماہانہ بنیاد پر ہوتی ہیں، کچھ سہ ماہی بنیاد پر، اس کے علاوہ خصوصی ورک شاپ بھی منعقد کی جاتی ہیں، جن میں تعلیمی نظام کو مزید بہتر کرنے، بچوں کی تعلیمی نفسیات سے متعلق خصوصی لیکچر ہوتے ہیں۔ ہر دو ماہ بعد کارکردگی جانچنے کے لیے ٹیسٹ لیا جاتا ہے۔ ان مراکز کے نظام کو انتہائی موثر اور منظّم بنانے کے لیے ایک ایپلی کیشن تیار کی گئی ہے جو اکتوبر 2018ء سے کام کر رہی ہے۔ جس کے تحت حاضری اور امتحانی نتائج کو اساتذہ اور نگران حضرات اپ ڈیٹ کرتے رہتے ہیں۔ مرکز میں بیٹھے نگران حضرات اس ڈیجیٹل نظام کے تحت پورے ملک کے مراکز سے نہ صرف رابطے میں رہتے ہیں، بلکہ جانچتے بھی رہتے ہیں۔

### یہاں ہر صوبے میں ان مراکز کی تعداد کی تفصیل دی جا رہی ہے

| | |
|---|---|
| سندھ | 231 مراکز |
| پنجاب | 81 مراکز |
| خیبر پختون خوا | 41 مراکز |
| بلوچستان | 27 مراکز |

www.junaidjamshed.com J.Fragrances.Cosmetics J.Fragrances.Cosmetics J_Frag_Cos J.JunaidJamshed

Brighto
TM
Inspired by Nature
Brighto
AllColor
Antiqua
Polish Plaster
Silky Smooth
Perlata
Luxury Magnified
Velvet
Revisiting
the Classic Age
Perlex
Majestic Walls
Brighto
Regd.# MC - 1366
Décor assumes a different meaning with Brighto Special Coatings.
They give your living space a prestigious decorative finish by creating
a world of beauty, luxury and sophistication.
brighto.paints | Toll Free 08000-1973 | BrightoPaintsPK | www.brightopaints.com
Brighto
PAINTS